ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

www.tanzeem.org

37

24 تا 30 ذوالحجہ 1437ھ / 27 ستمبر تا 3 اکتوبر 2016ء

تحقیر و عیب چینی پر صبر

وہ مومن جسے اللہ نے اپنے دین کی بصیرت، اپنے رسول ﷺ کی سنت کی سوجھ بوجھ اور اپنی کتاب کا فہم عطا کیا ہے اور ساتھ ہی اسے یہ بھی دکھا دیا ہے کہ لوگ کن خواہشوں، بدعتوں اور گمراہیوں میں گرفتار ہیں اور کس طرح وہ اس صراطِ مستقیم سے بھٹک گئے ہیں جس پر رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ گامزن تھے، اگر وہ اس راہِ راست پر چلنا چاہے تو اسے جاہلوں اور اہل بدعت کی مذمت پر، ان کی طعن و تشنیع پر اور ان کی تحقیر و عیب چینی پر صبر کرنا ہوگا۔ وہ لوگوں کو اس سے نفرت دلائیں گے اور اس سے خوف زدہ کریں گے۔ وہ اس کے ساتھ ہر طرح کے مکر کریں گے۔ اس کے لیے دھوکے کے جال بچھائیں گے اور اپنی فوج لے کر اس پر دوڑ پڑیں گے۔

وہ ان کے درمیان اپنے دین میں اجنبی ہوگا کیونکہ ان کا دین بگڑ چکا ہوگا۔ وہ اپنی اتباعِ سنت میں اجنبی ہوگا کیونکہ وہ بدعتوں سے چمٹے ہوئے ہوں گے۔ وہ اپنے صحیح عقیدے میں اجنبی ہوگا کیونکہ ان کے عقائد غلط اور باطل ہوں گے۔ وہ اپنی نمازوں میں اجنبی ہوگا کیونکہ ان کی نمازیں فاسد ہوں گی۔ وہ اپنے طریقے میں اجنبی ہوگا کیونکہ وہ غلط راہوں پر چل رہے ہوں گے۔ وہ اپنے تعلق میں اجنبی ہوگا، کیونکہ وہ خدا کے رسولؐ کی طرف منسوب ہوگا اور وہ اپنے جھوٹے راہنماؤں کی طرف منسوب ہوں گے۔

وہ اپنی معاشرت میں اجنبی ہوگا کیونکہ وہ ان کی خواہشات کے خلاف ان سے سلوک کرے گا۔

سید جلال الدین عمری

اس شمارے میں

وزیر اعظم پاکستان کا جنرل اسمبلی میں خطاب

ذلت اور پستی سے نکلنے کا واحد راستہ

وحدتِ گم کردہ......

وجودِ زن سے ہے......

کشمیریوں کی جدوجہد آزادی، بھارت کا جنگی جنون اور پاکستان میں سیاسی انتشار

مہاجراب کیا کریں؟

خواتین کا دائرہ کار
انسان سازی یا کہ ہوابازی؟

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

الھدیٰ (723)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

مال واولاد فانی اور عملِ صالح باقی ہے

سُورۃُ الکھف | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیت :46

اَلۡمَالُ وَالۡبَنُوۡنَ زِیۡنَۃُ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ۚ وَالۡبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیۡرٌ عِنۡدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّخَیۡرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾

آیت ۴۶ ﴿اَلۡمَالُ وَالۡبَنُوۡنَ زِیۡنَۃُ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ۚ﴾ ’’مال اور بیٹے دُنیوی زندگی کی زینت ہیں۔‘‘

اس سورت میں دُنیوی زندگی کی زیب و زینت کا ذکر یہاں تیسری مرتبہ آیا ہے۔ اس سے پہلے ہم آیت 7 میں پڑھ آئے ہیں کہ روئے زمین کی آرائش و زیبائش اور تمام رونقیں انسانوں کے امتحان کے لیے بنائی گئی ہیں: ﴿اِنَّا جَعَلۡنَا مَا عَلَی الۡاَرۡضِ زِیۡنَۃً لَّہَا لِنَبۡلُوَہُمۡ اَیُّہُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ﴿۷﴾﴾۔ پھر آیت 28 میں رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا: ﴿تُرِیۡدُ زِیۡنَۃَ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ۚ﴾ کہ اے نبی (ﷺ) کہیں ان لوگوں کو یہ گمان نہ ہو کہ آپؐ کا مطلوب و مقصود بھی دُنیوی زندگی کی آرائش و زیبائش ہی ہے (معاذ اللہ!)۔ گویا یہ موضوع اس سورت کے مضامین کا عمود ہے۔ لہٰذا یہ حقیقت ہر وقت ہمارے ذہن میں مستحضر رہنی چاہیے کہ یہ زندگی اور دُنیوی مال و متاع سب عارضی ہیں۔ یہاں کے رشتے ناطے اور تمام تعلقات بھی اسی چار روزہ زندگی تک محدود ہیں۔ انسان کی آنکھ بند ہوتے ہی تمام رشتے اور تعلقات منقطع ہو جائیں گے اور اللہ کی عدالت میں ہر انسان کو تن تنہا پیش ہونا ہوگا: ﴿وَکُلُّہُمۡ اٰتِیۡہِ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ فَرۡدًا ﴿۹۵﴾﴾ (مریم) وہاں نہ باپ اولاد کی مدد کرے گا‘ نہ بیٹا والدین کو سہارا دے گا‘ اور نہ بیوی شوہر کا ساتھ دے گی۔ اس دن کے محاسبے کا سامنا ہر شخص کو اکیلے ہی کرنا ہوگا۔

﴿وَالۡبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیۡرٌ عِنۡدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّخَیۡرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾﴾ ’’اور باقی رہنے والی نیکیاں بہت بہتر ہیں تیرے رب کے نزدیک‘ ثواب کے لحاظ سے بھی اور امید کے اعتبار سے بھی۔‘‘

اس مختصر زندگی کی کمائی میں اگر کسی چیز کو بقا حاصل ہے تو وہ نیک اعمال ہیں۔ آخرت میں صرف وہی کام آئیں گے۔ چنانچہ دُنیوی مال و اسباب سے امیدیں نہ لگاؤ‘ اولاد سے توقعات مت وابستہ کرو۔ یہ سب عارضی چیزیں ہیں جو تمہاری موت کے ساتھ ہی تمہارے لیے بے وقعت ہو جائیں گی۔ آخرت کا سہارا چاہیے تو نیک اعمال کا توشہ جمع کرو اور اسی پونجی سے اپنی امیدیں وابستہ کرو۔

فرمانِ نبویؐ

دُنیا کے بیٹے نہ بنو

عَنۡ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ: ((اِرۡتَحَلَتِ الدُّنۡیَا مُدۡبِرَۃً وَ ارۡتَحَلَتِ الۡاٰخِرَۃُ مُقۡبِلَۃً وَلِکُلٍّ وَاحِدَۃٍ مِنۡھُمَا بَنُوۡنَ فَکُوۡنُوۡا مِنۡ اَبۡنَاءِ الۡاٰخِرَۃِ وَلَا تَکُوۡنُوۡا مِنۡ اَبۡنَاءِ الدُّنۡیَا فَاِنَّ الۡیَوۡمَ عَمَلٌ وَلَا حِسَابَ وَغَدًا حِسَابٌ وَلَا عَمَلَ)) (بخاری)

امیر المؤمنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ’’دنیا پیٹھ پھر کر کوچ کر رہی ہے اور قیامت پابہ رکاب ہو کر سامنے آ رہی ہے ان میں سے ہر ایک کی اولاد ہے تم آخرت کے بیٹے بنو، دنیا کے فرزند نہ بنو آج (دنیا میں) کام (کرنے کی مہلت) ہے اور کسی کا محاسبہ نہیں، کل (قیامت کے دن) ہر شخص سے حساب لیا جائے گا اور کام کرنے کی مہلت نہ ہوگی۔‘‘

تشریح: مطلب یہ ہے کہ تم دنیا میں اُخروی زندگی کی کامیابی کے لیے کوشش کرو، آخرت کو نظر انداز کر کے اپنی صلاحیتوں کو صرف اپنی دنیا بنانے کے لیے صرف کر دینا عقلمندی نہیں، حماقت ہے۔ تمہارا نصب العین یہ نہیں ہے کہ تم جائیدادیں بناؤ، مال و دولت کے انبار لگاؤ اور عیش و عشرت کے سامان کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاؤ۔ ہر شخص، ہر قوم بلکہ روئے زمین کی اکثر آبادی اس کی تباہ کاریوں سے نالاں ہے کاش کہ امت مسلمہ اس طوفانِ بلاخیز سے اپنی ڈوبتی ہوئی ناؤ کو بچا سکے۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

24 تا 30 ذوالحجہ 1437ھ جلد 25
27 ستمبر تا 3 اکتوبر 2016ء شمارہ 37

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فریداللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا.................. (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

وزیراعظم پاکستان کا جنرل اسمبلی میں خطاب

پاکستان کے وزیراعظم محترم میاں نواز شریف اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی سے خطاب فرما چکے ہیں۔ بہت سے ایسے لوگ جو غیر جانبدارانہ سیاسی سوچ رکھتے ہیں اور حکومت سے بھی کوئی ذاتی مفاد نہیں رکھتے وہ بھی تعریف وتحسین کے ڈونگرے برسا رہے ہیں۔ ہمیں بھی اس سے تو اختلاف نہیں ہے کہ تقریر میں بھرپور انداز میں کشمیر کا ذکر ہوا' لیکن اگر ہم اس تقریر کے الفاظ پر جانے کی بجائے اس حکومتی رویے پر باریک بینی سے نگاہ ڈالیں جو بحیثیت مجموعی حکومت خصوصاً وزیراعظم پاکستان نے بھارت کے حوالہ سے اپنایا ہوا ہے تو پھر تصویر کا بالکل دوسرا رخ نظر آتا ہے۔ ہمیں گفتار اور کردار کا واضح فرق نظر آیا ہے۔ اسی لیے ہم اس گفتگو کے صرف اُس مختصر سے حصہ کا ذکر کریں گے جس میں اُنہوں نے فرمایا کہ ''افغانستان میں فوجی آپریشن 15 سال سے ناکام ہے۔ آج بین الاقوامی برادری اتفاق کرتی ہے کہ اس ملک میں پائیدار امن کا واحد راستہ کابل میں حکومت اور افغان طالبان میں بات چیت میں ہے''۔ اگر وہ کابل حکومت کی بجائے امریکہ کا نام لے لیتے جسے حقیقت میں افغانستان میں عبرت ناک فوجی شکست ہوئی ہے تو اُن کی بات زیادہ حقیقت پسندانہ اور جرأت مندانہ ہوتی۔ بہرحال جو کچھ اُنہوں نے کہا ہمارے نزدیک یہ بھی غیر متوقع تھا۔ جہاں تک تقریر میں کشمیر کا ذکر ہے اور بھرپور ذکر ہے' اسے تاریخی پس منظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے کہ زبان کو دل ودماغ کی کس قدر تائید حاصل تھی۔

یہ وقت کا تقاضا تھا' یہ حالات کا جبر تھا۔ یہ زبان سے اُس وژن کا اظہار ہرگز ہرگز نہ تھا جس کی بنیاد پر قائداعظم نے کہا تھا کہ کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے۔ اگر کشمیر کا مسئلہ حقیقت میں اٹھانا مقصود ہوتا' اگر یہ حالات کے جبر اور وقت کے تقاضے کے ساتھ ساتھ اسٹیبلشمنٹ کے دھکے کا نتیجہ نہ ہوتا' بلکہ ذہنی اور دلی طور پر اس مہم کو لے کر چلنے کی نیت یا خواہش ہوتی تو اڑھائی ماہ پہلے جب کشمیر میں عوامی تحریک برپا ہوئی تھی' پاکستان کا فارن آفس بھی ہوم ورک شروع کر دیتا۔ وزیراعظم نے امریکہ جانے سے کچھ روز پہلے پارلیمانی وفد کشمیر کا مسئلہ اجاگر کرنے کے لیے دنیا کے دورے پر بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے' وہ ڈیڑھ دو ماہ پہلے یہ وفد تشکیل دیتے۔ پھر یہ کہ وفد کے ارکان کا چناؤ صاف ظاہر کرتا ہے کہ کچھ لوگوں کو سرکاری مال پر سیر سپاٹا کرانا مقصود ہے۔ حکومت کی اس غیر سنجیدگی اور نیم دلی سے مسئلہ اٹھانے کا اندازہ کیجئے کہ وفد کے ایک رکن کو یہ تک معلوم نہیں تھا کہ مقبوضہ کشمیر کی وزیراعلیٰ محترمہ محبوبہ مفتی ہیں۔ ملک بھر سے 15 یا 20 افراد کا ایک ایسا وفد جس کے ارکان کشمیر کی موجودہ صورت حال اور اس کے تاریخی پس منظر سے بخوبی آگاہ ہوتے جنرل اسمبلی کے اجلاس سے ایک ماہ پہلے دنیا کا طوفانی دورہ کرتے' زخمی کشمیریوں کی تصویریں ساتھ لے کر جاتے' گیارہ سالہ ناصر شفیع کی چھروں سے چھلنی لاش کو دنیا بھر میں پھیلاتے۔ تمام سفارت کاروں کی ذمہ داری لگائی جاتی کہ وہ اپنی باقی تمام مصروفیات ترک کر کے کشمیر کی صورت حال کی وضاحت کو ترجیح دیں۔ وزیراعظم نے

ایک بند کمرے میں جنرل سکریٹری اقوام متحدہ کو بھارتی فوج کے ظلم اور تشدد کی چند تصاویر دکھائی ہیں۔ جنگل میں مورناچا کس نے دیکھا! اگر یہ کام مذکورہ بالا وفد یا ہمارے سفارت کاروں نے کیا ہوتا تو پھر وزیر اعظم کی تقریر کچھ نہ کچھ اثر ضرور دکھاتی۔

یاد رکھیے، دنیا میں کوئی بڑا اور مشکل کام مکمل ذہنی وابستگی اور دلی آمادگی کے بغیر سرانجام نہیں دیا جاسکتا۔ اور اگر قائداعظم نے سچ کہا تھا کہ کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے تو پھر وطن کا درد رکھنے والے ہر شہری خصوصاً حکمرانوں کو جنونی انداز میں کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ملک کے وزیراعظم کے لیے یہ ایسا مسئلہ ہوتا جسے حل کرنے کے لیے وہ شب وروز تگ ودو کر رہے ہوتے۔ ہم نے جو یہ عرض کیا ہے کہ وقت کے تقاضے' حالات کے جبر اور اسٹیبلشمنٹ کے دھکے نے وزیراعظم کو ایسی تقریر کرنے پر مجبور کیا وہ بلا دلیل اور غیر حقیقی نہیں ہے۔ موجودہ دورِ حکومت میں وزیراعظم نواز شریف کی کشمیر کے حوالے سے کارکردگی بلکہ طرزِ عمل ذرا ملاحظہ فرمائیں۔

2013ء میں جنرل اسمبلی میں خطاب کے لیے نیویارک جاتے ہیں' کشمیر کا نام بھی نہیں لیتے۔ جس پر ملک کے سنجیدہ حلقوں کو اعتراض ہوا' اسٹیبلشمنٹ نے بھی ناپسندیدگی کا اظہار کیا' لیکن میاں صاحب نے رتی بھر اثر قبول نہ کیا' بلکہ کشمیریوں کی جان و مال اور عزت کے دشمن بھارت کے لیے اُن کے منہ سے پھول جھڑتے رہے۔ اس سے پہلے بھارت کے وزیراعظم من موہن سنگھ کو اپنی حلف برداری کی تقریب میں شرکت کی دعوت دے چکے تھے' جو اُنہوں نے رد کر دی تھی' لیکن اس کے باوجود گجرات میں ہزاروں مسلمانوں کے قاتل مودی کی رسم تاج پوشی میں شرکت کے لیے بھاگم بھاگ دہلی پہنچے اور پاکستان کی تاریخ میں یہ واقعہ پہلی دفعہ ہوا کہ مقبوضہ کشمیر سے آئے ہوئے حریت کے وفد کو کہہ دیا گیا کہ پاکستان کے وزیراعظم آپ سے نہیں مل سکتے۔ البتہ وزیراعظم پاکستان نے بھارتی اداکاروں اور ایکٹرسوں سے ملاقات کا وقت نکال لیا۔ پھر یہ کہ پروٹوکول کے تمام تقاضوں کو بالائے طاق رکھ کر اپنے بیٹے حسین نواز کو ساتھ لے کر بھارت کے آئرن کنگ سے ملاقات کے لیے اُن کے گھر پہنچ گئے۔ ان صاحب کا افغانستان میں بھی لوہے کا کاروبار ہے۔ دروغ برگردنِ راوی' شنید یہ ہے کہ شریف فیملی اُن کے کاروبار میں پارٹنر بن چکی ہے۔ واللہ اعلم!

2013ء ہی کے رمضان المبارک میں پاکستان کے بھارت میں ہائی کمشنر نے حریت رہنماؤں کو دہلی میں افطار پارٹی کی دعوت دے رکھی تھی' لیکن چند روز پہلے کسی بھارتی وزیر کا پاکستان کے دورے کا امکان پیدا ہوا' فوری طور پر افطار پارٹی منسوخ کر دی گئی' کہ کہیں یہ افطار پارٹی بھارتی وزیر کے ممکنہ دورہ میں حائل نہ ہو جائے۔ چند ایک حریت رہنما دہلی پہنچ چکے تھے۔ اُنہیں بتایا گیا کہ افطار پارٹی منسوخ کر دی گئی ہے۔ کیا ایسی حکومت اور اُس کا سربراہ دل و جان سے کشمیر کی آزادی کے لیے جدوجہد کر سکتا ہے؟

2014ء میں دھرنے نے جنرل اسمبلی میں کشمیر کا ذکر کرنے پر مجبور کیا اور آج مقبوضہ کشمیر میں چلنے والی عوامی تحریک اور پاکستانیوں کے اس حوالہ سے جوش وخروش کی مجبوری ہے کہ جنرل اسمبلی میں اس نوع کی تقریر کی گئی ہے۔ بہرحال بھارت سے ذاتی اور تجارتی تعلقات نبھانے کے لیے اور اپنی فوج کو ٹھینگا دکھانے کی خواہش کی تکمیل کے لیے ایسی ہی لیپا پوتی ہوتی رہے گی۔ اگر حکومت پاکستان اور اُس کے سربراہ کو حقیقت میں بھارت کو زچ کرنا اور اُس کی پاکستان دشمنی کو بے نقاب کرنا ہوتا تو جنرل اسمبلی میں کھل کر بلوچستان میں بھارتی مداخلت کاروں کی تخریب کاری اور دہشت گردی کا ذکر کیا جاتا۔ بنگلہ دیش میں مودی کی تقریر کا حوالہ دیا جاتا جس میں کھلم کھلا اعترافِ جرم کیا گیا تھا۔ کل بھوشن یادیو کی بلوچستان سے گرفتاری کا ذکر کیا جاتا۔ یاد رہے کہ پہلی جنگ عظیم سے لے کر یعنی بیسویں صدی کے آغاز سے لے کر آج اکیسویں صدی تک یہ جدید دنیا کی تاریخ کا انوکھا ترین واقعہ ہے کہ کسی ملک کی خفیہ ایجنسی کا حاضر سروس آفیسر دشمن ملک میں جاسوسی کرتا ہوا پکڑا جائے۔ آج تک وزیراعظم پاکستان نے اس ''محترم'' جاسوس کا ذکر تک نہیں کیا۔ بھارت سے کوئی گلہ شکوہ یا شکایت تک نہیں کی گئی' اُسے شرم دلانا تو بہت دور کی بات ہے۔ جبکہ کچھ عرصہ پہلے بلوچستان میں دہشت گردی کے کئی واقعات ہوئے اور ان میں قیمتی جانیں ضائع ہوئیں۔ اگر کل کلاں بلوچستان کی صورت حال بہت دگرگوں ہوتی ہے، تب بلوچستان کے حوالے سے رونا پیٹنا کوئی فائدہ نہیں دے گا۔

آج ضرورت ہے کہ وہاں اچھی سیاسی قیادت لائی جائے جو امن وامان کے قیام کے لیے صحیح رخ پر جدوجہد کرے، جو گمراہ لوگ راہ راست پر آنے کو تیار ہوں اُن سے مذاکرات کیے جائیں اور جو بھارت کے کھلاڑی بن چکے ہیں اُن سے آہنی ہاتھوں سے نمٹا جائے اور ہر قسم کی بیرونی مداخلت کو ناممکن بنایا جائے۔

آخر میں ہم اپنے اس عزم کا اعادہ کیے بغیر نہیں رہ سکتے، جو ہمارے ایمان کا حصہ بن چکا ہے کہ اگر کشمیری یہ نعرہ لگاتے ہیں: ''پاکستان سے رشتہ کیا: لا الٰہ الا اللہ!'' تو پاکستان جب تک ''لا الٰہ الا اللہ'' کا عملی نمونہ نہیں بنتا یہ جوڑ کیسے لگے گا؟ البتہ یہ ہم پورے یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ اگر ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' پاکستان میں مکمل طور پر نافذ ہو جائے تو بھارت کسی صورت کشمیر کو پاکستان کا حصہ بننے سے روک نہیں سکتا' بلکہ کشمیر پکے ہوئے پھل کی طرح پاکستان کی جھولی میں آ گرے گا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ایسی صورت میں پاکستان کے داخلی مسائل بھی حل ہو جائیں گے اور پاکستان کی شہ رگ بھی بھارتی قبضہ سے آزاد ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ!

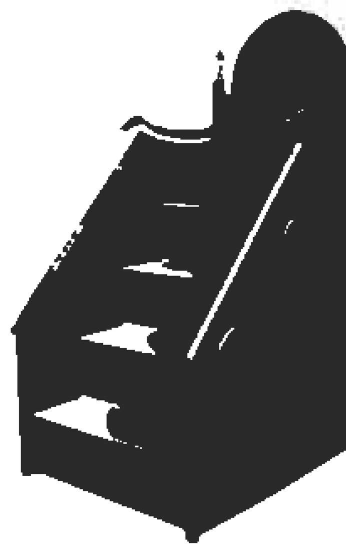

ذلت اور پستی سے نکلنے کا واحد راستہ

سورۃ الطارق کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 16 ستمبر 2016ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

قارئین محترم! مطالعہ قرآن حکیم کے تسلسل کے طور پر آج سورۃ الطارق ہمارے زیر مطالعہ ہے۔ یہ سورت اس وقت نازل ہوئی جب مکہ میں مسلمانوں پر سخت آزمائشوں کا دور تھا۔ سرداران قریش اسلام کی دعوت کو روکنے اور لوگوں کو ایمان لانے سے باز رکھنے کے لیے جہاں بدترین ظلم اور تشدد پر مبنی حربے آزما رہے تھے وہاں اسلام کی نئی نویلی کونپل کو مکہ کی سرزمین میں جڑیں پکڑنے سے پہلے مسل ڈالنے کے لیے نت نئی چالیں بھی چل رہے تھے۔ کبھی آپ ﷺ کو بڑی بڑی لالچیں دے رہے تھے اور کبھی آپ ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کو ستانے کے لیے مختلف تدبیریں کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ مکہ میں مسلمانوں کا جینا دشوار کر دیا گیا تھا۔ ان سخت ترین حالات میں مسلمان اللہ کی مدد کے شدت سے منتظر تھے۔ چنانچہ اس سورت میں مسلمانوں کو واضح انداز میں باور کرایا گیا ہے کہ نہ صرف اللہ ان تمام حالات اور کفار کی تدبیروں سے واقف ہے بلکہ وہ بھی ایک تدبیر کر رہا ہے۔

﴿وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝١﴾ ''قسم ہے آسمان کی اور رات کو نمودار ہونے والے کی۔''

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۝٢﴾ ''اور تم کیا جانتے ہو کہ وہ رات کو نمودار ہونے والا کیا ہے؟''۔

﴿النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝٣﴾ ''وہ ستارہ ہے چمکدار۔''

کفارِ مکہ کا اصل اور بنیادی مسئلہ یہ تھا کہ ان کا آخرت پر یقین بالکل ختم ہو چکا تھا۔ اسی وجہ سے وہ نہ صرف اسلام کے دشمن بن گئے تھے بلکہ مسلمانوں پر بھی بدترین تشدد اور ظلم کے پہاڑ توڑ رہے تھے اور وہ سمجھ رہے تھے کہ مکہ میں ہماری حکمرانی ہے ہم جو چاہیں کریں، ہمیں کوئی نہیں پوچھ سکتا۔ اسلام کو مٹانے کے لیے وہ جو چالیں چل رہے تھے اور جو تدبیریں اور منصوبہ بندیاں کر رہے تھے ان کے بارے میں وہ سمجھتے تھے کہ ان خفیہ تدبیروں تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ کفار مکہ کی اسی سوچ کو سامنے رکھتے ہوئے یہاں آسمان اور رات کو نمودار ہونے والے چمکتے ہوئے ستارے کی قسم کھائی جا رہی ہے جس کا ایک مقصد انسان کی توجہ اللہ کی اس خلاقی کی طرف مبذول کرانا بھی ہے کہ غور کرو، یہ آسمان، سورج، چاند، ستارے کیا اپنے آپ ہی پیدا ہو گئے ہیں یا انہیں اس سلیقے سے بنانے والا بھی کوئی ہے؟

آج کا انسان نئے نئے سیارے اور ستارے

مرتب: ابو ابراہیم

دریافت کر کے بڑا خوش ہو رہا ہے کہ اُس نے تحقیق کی دنیا میں بڑا میدان مار لیا ہے۔ لیکن اس ساری تحقیق کا جو اصل مقصد ہے اُس کے قریب سے بھی نہیں گزر رہا۔

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا

اصل مقصد تو یہ تھا اور اسی کی جانب قرآن بھی توجہ دلا رہا ہے کہ انسان کائنات کے ان سربستہ رازوں سے پردہ اُٹھنے پر تسلیم کرے کہ واقعی کوئی ایسی زبردست قوت موجود ہے جو اس ساری کائنات کو ایک شاہکار انداز میں تخلیق کرنے والی ہے اور وہی طاقت انسان کو پیدا کرنے کے بعد اس کے ہر عمل کو جانچ پرکھ رہی ہوگی۔ چنانچہ درجہ بالا آیات میں آسمان اور چمکتے ہوئے ستارے کی قسم کھا کر یہی بتلانا مقصود ہے کہ:

﴿اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝٤﴾ ''کوئی جان ایسی نہیں جس پر کوئی نگہبان نہ ہو۔''

یہی مضمون سورۃ الانعام کی اس آیت میں اس طرح بیان ہوا ہے: ﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ﴾ (آیت: 61) ''اور وہ اپنے بندوں پر پوری طرح غالب ہے اور وہ تم پر نگہبان بھیجتا رہتا ہے''۔

جس طرح آسمانوں اور ستاروں کا ایک نظام زندہ حقیقت ہے اسی طرح انسانوں کے اعمال کی نگرانی کا بھی ایک نظام موجود ہے۔ سورۃ الانفطار کی ان آیات میں یہ مضمون زیادہ وضاحت کے ساتھ آیا ہے: ﴿وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝١٠ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝١١ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝١٢﴾ ''جبکہ ہم نے تمہارے اوپر محافظ (فرشتے) مقرر کر رکھے ہیں۔ بڑے باعزت لکھنے والے۔ وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کر رہے ہو''۔

معلوم ہوا کہ ایک طرف انسان پر ایسے محافظ فرشتے مقرر ہیں جو انسان کی حفاظت کرتے ہیں کہ وہ وقتِ موت سے قبل کسی جان لیوا حادثے کا شکار نہ ہو جائے۔ مثال کے طور پر سائنسی تحقیق کے مطابق ہماری فضا ہر وقت ہر طرح کے جان لیوا وائرس سے بھری رہتی ہے۔ اگر اللہ کی طرف سے حفاظت کا نظام موجود نہ ہو تو صرف چند ایام میں پوری دنیا سے انسانوں کا صفایا ہو جائے۔ لیکن جس انسان کی صحت اور زندگی اللہ تعالیٰ کو منظور ہے اس کی حفاظت اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کے ذریعے کرتا رہتا ہے، انسان کو اس کا علم بھی نہیں ہوتا۔ لیکن جب وقت پورا ہو جاتا تو کوئی نہ کوئی وائرس یا دوسرے جراثیم حملہ آور ہو جاتے ہیں یا کوئی حادثہ پیش آ جاتا ہے اور وہی موت کا بہانہ بن جاتا ہے۔ دوسری طرف انسان پر کراماً کاتبین بھی مقرر ہیں جو انسان کا ہر عمل نوٹ کر رہے ہیں۔

﴿فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝٥﴾ ''تو انسان کو غور کرنا

چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔‘‘

ستاروں اور سیاروں پر کمند ڈالنے سے پہلے ذرا انسان اپنے آپ پر ہی غور کر لے کہ کس چیز سے اللہ نے انسان کو جیتا جاگتا، سنتا اور بولتا انسان بنا دیا؟

﴿خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝٦﴾ ’’وہ پیدا کیا گیا ہے اچھلتے ہوئے پانی سے۔‘‘

یعنی ایک ایسی شے جس کا ذکر کرنے سے بھی انسان کو حیا آتی ہے، اس سے انسان پیدا ہوا۔ وہ انسان جو اپنے آپ کو ارسطو اور افلاطون سمجھتا ہے اور کبھی فرعون بن کر خدائی کا دعویٰ کرتا ہے۔ نئی نئی ایجادات کر کے پھولے نہیں سماتا اور اپنے انسان ہونے پر فخر کرتا ہے۔ گندے پانی کے ایک قطرے سے ارسطو اور افلاطون کو کس نے بنا دیا؟ تو کیا وہ ذات تمہیں دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے؟ یہاں خاص طور پر سردارانِ قریش مخاطب ہیں۔

﴿يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝٧﴾ ’’جو نکلتا ہے پیٹھ اور پسلیوں کے درمیان سے۔‘‘

قرآن نے یہ بات اس وقت بیان کر دی تھی جب اس حوالے سے کوئی واضح نظریہ موجود ہی نہیں تھا۔ آج سائنس تسلیم کرتی ہے واقعی جو قرآن نے کہا ہے وہی درست ہے۔

﴿اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝٨﴾ ’’یقیناً وہ اسے لوٹانے پر بھی قادر ہے۔‘‘

وہ رب جس نے انسان کو گندے پانی کی ایک بوند سے پیدا کیا اور مختلف مراحل سے گزار کر ایک باشعور انسان بنایا، وہ اس کے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دینے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔

﴿يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝٩﴾ ’’جس دن تمام چھپے ہوئے رازوں کی جانچ پڑتال ہوگی۔‘‘

یہاں سردارانِ قریش کی اسلام کے خلاف چھپ چھپا کر رازدارانہ طور پر کی گئی سازشیں اور تدبیریں مراد ہیں۔ آج کے دور میں بھی اسلام دشمن قوتیں چھپ چھپا کر جس طرح اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کر رہی ہیں اور انٹیلی جنس اداروں کے ذریعے بڑے رازدارانہ طور پر یورپ میں اسلام کا راستہ روکنے اور اسے بدنام کرنے کی منصوبہ بندیاں کی جا رہی ہیں، نائن الیون اور یورپ میں دوسرے مقامات پر دہشت گردی کے واقعات کے پس پردہ جو ذہنیت کارفرما ہے یہاں کا دجالی میڈیا تو اسے سامنے نہیں لا رہا مگر روزِ حشر یہ تمام راز راز نہ رہیں گے بلکہ سب خفیہ منصوبہ بندیاں بے نقاب ہو جائیں گی۔ آج میڈیا دجالی قوتوں کا آلہ کار بن کر جتنا چاہے اسلام پسندوں کو بدنام کر لے لیکن وہاں سچائی سامنے آ کر رہے گی۔

﴿فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝١٠﴾ ’’تو نہیں ہوگی کسی انسان کے لیے کوئی طاقت اور نہ ہوگا اس کا کوئی مددگار۔‘‘

دنیا میں انسان کو اللہ نے بطور آزمائش اختیار دیا ہوا ہے کہ اس اختیار کا استعمال کرتے ہوئے انسان آخرت میں کامیابی کا راستہ اختیار کرتا ہے یا جہنم کا۔ لیکن انسان اس اختیار کا غلط استعمال کرتے ہوئے اپنی ساری طاقت اور سارا زور دنیا بنانے میں لگا رہا ہے۔ سرمایہ، قوت اور اقتدار اس کا منشا و مقصود ہے۔ انہی چیزوں کو پروموٹ کرنے والے سرمایہ دارانہ نظام کو ساری دنیا اور خاص طور پر مسلم ممالک پر مسلط کرنے کے لیے امریکہ اور نیٹو اپنی ساری طاقت اور ٹیکنالوجی صرف کر رہے ہیں اور دنیا کے کسی بھی خطے میں اسلام کے عادلانہ نظام کا راستہ روکنے کے لیے عالمی سطح پر گٹھ جوڑ ہو رہے ہیں، امریکہ، بھارت، اسرائیل اور یورپی ممالک سب سر جوڑ کر بیٹھے ہیں۔ بالکل اسی طرح جس طرح سردارانِ قریش مشرکانہ باطل نظام کو بچانے کے لیے اپنی ساری طاقت لگا رہے تھے اور آپس میں ایک دوسرے کی مدد بھی کر رہے تھے۔ لیکن قرآن کہہ رہا ہے کہ موت کے منہ میں جاتے ہی یہ سارا اختیار ختم ہو جائے گا اور اس کے بعد کُل کا کُل اختیار اللہ کے پاس ہوگا، روزِ قیامت کوئی کسی کی مدد کرنا بھی چاہے گا تو وہ ہرگز نہیں کر سکے گا۔

﴿وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝١١﴾ ’’قسم ہے اس آسمان کی جو بارش برساتا ہے وقفے وقفے سے۔‘‘

پریس ریلیز 23 ستمبر 2016ء

پاکستان کے وزیر اعظم نواز شریف کا اقوام متحدہ میں جنرل اسمبلی سے خطاب قابلِ تحسین تھا

بھارتی میڈیا اور بھارتی سرکار خطے میں جنگی جنون پیدا کر رہے ہیں، جس کے تباہ کن نتائج برآمد ہو سکتے ہیں

اگر بھارت نے پاکستان پر حملہ کی حماقت کی تو اُسے دنداں شکن جواب ملے گا

حافظ عاکف سعید

پاکستان کے وزیر اعظم نواز شریف کا اقوام متحدہ میں جنرل اسمبلی سے خطاب قابلِ تحسین تھا۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطابِ جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ وزیر اعظم نے کشمیر میں بھارتی ظلم وتشدد کی تفصیل سے عالمی رہنماؤں کو آگاہ کر کے درحقیقت بھارت کے مکروہ چہرے کو بے نقاب کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بلوچستان میں بھارت کی مداخلت اور دہشت گردی کے ارتکاب کا ذکر بھی جنرل اسمبلی میں ہونا چاہیے تھا۔ انہوں نے کنٹرول لائن پر اڑی کے بریگیڈ ہیڈ کوارٹر میں ہونے والی ظاہری دہشت گردی کے بارے میں شک کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آئل ڈپو میں آتشزدگی کے واقعہ کو دہشت گردی کا رنگ دے کر پاکستان کے سر پر الزام تھوپ دیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بھارتی میڈیا اور خود بھارتی سرکار خطے میں جنگی جنون پیدا کر رہے ہیں، جس کے تباہ کن نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بھارتی لیڈروں کو ہوش کے ناخن لینے چاہیں اور جنگ کی باتیں چھوڑ کر مذاکرات کے ذریعے کشمیر سمیت تمام مسائل کو پُر امن طور پر حل کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ انہوں نے بھارت کو متنبہ کیا کہ اگر اُس نے پاکستان پر حملہ کی حماقت کی تو اُسے دنداں شکن جواب ملے گا۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی)

﴿ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ﴿١٢﴾ ﴾ ''اور قسم ہے اس زمین کی جو پھوٹ پڑتی ہے۔''

آسمان سے وقفے وقفے سے بارش ہوتی ہے اور زمین میں بارش کے پانی کو جذب کرنے کی صلاحیت ہے۔ پھر اسی بارش کی وجہ سے نباتات زمین کو پھاڑتے ہوئے اُگ آتے ہیں۔ یہ ایک پورا نظام انسان اور ہر طرح کی حیات کے لیے اللہ نے بنایا ہے جو ایک زندہ حقیقت ہے اور یہ پورا نظام یعنی زمین و آسمان اس حقیقت پر گواہ ہیں کہ:

﴿ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ﴿١٣﴾ ﴾ ''یہ (قرآن) قولِ فیصل ہے۔'' یعنی قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا فیصلہ کن کلام ہے۔ جو بات بھی اس میں کہی گئی ہے وہ بڑی پختہ ہے اور ہو کر رہنی ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے: ((اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتٰبِ اَقْوَامًا وَّيَضَعُ بِهٖ آخَرِيْنَ)) (مسلم: عن عمر بن الخطاب ؓ) ''اللہ تعالیٰ اس کتابِ عزیز کی وجہ سے کچھ قوموں کو عزت و سربلندی عطا فرمائے گا اور دوسروں کو ذلت و نکبت سے ہم کنار کرے گا۔''

علامہ اقبال نے اسی حقیقت کو یوں بیان کیا ہے

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہوکر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

اسی دھرتی پر جو آج مسلمانوں کے لیے تنگ ہوچکی ہے کبھی ساڑھے آٹھ سو سال تک مسلمانوں کو سپریم پاور آف ارتھ کی حیثیت حاصل تھی۔ دنیا کے ہر خطے میں حکمران رہے ہیں۔ یعنی پوری دنیا پر ان کا غلبہ تھا۔ یہ قرآن کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کا ہی ثمر تھا۔ لیکن اس کے بعد جب یورپ سے اُبھرنے والی مصنوعی چمک دمک نے مسلمانوں کو قرآن کی فیصلہ کن تعلیم سے غافل کر دیا تو نتیجتاً آج وہی مسلمان دنیا بھر میں ذلیل و خوار ہیں۔

﴿ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ﴿١٤﴾ ﴾ ''اور یہ کوئی ہنسی مذاق نہیں ہے۔'' یعنی یہ قرآن کوئی ایسی کتاب یا ناول ہرگز نہیں ہے کہ جسے دل چاہا تو تفریح طبع کے لیے پڑھ لیا نہ چاہا تو چھوڑ دیا۔ یا کوئی ایسا شاعرانہ کلام بھی ہرگز نہیں ہے کہ سن کر اچھا لگا تو داد دے دی ورنہ ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دیا۔ بلکہ اسے انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں انتہائی فیصلہ کن حیثیت حاصل ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے: ((اَلْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَّكَ اَوْ عَلَيْكَ)) ''قرآن یا تو تمہارے حق میں حجت بنے گا یا تمہارے خلاف''۔

بات بالکل واضح ہے کہ جیسا سلوک ہم نے قرآن کے ساتھ کیا وہی قرآن بھی ہمارے ساتھ کرے گا۔ ایسا نہیں ہے کہ ہم کہیں کہ کتاب ہدایت ضرور ہے لیکن اس سے ہدایت نہ بھی لیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ ہرگز نہیں! بلکہ اس سے غافل رہنے والے اس کا خمیازہ ضرور بھگتیں گے اور یہی قرآن ان کے خلاف گواہ بن جائے گا۔ بجائے اس کے آج ہم نے قرآن کو کتابِ ہدایت مانا ہی نہیں ہوا۔ سمجھتے ہیں کہ اللہ کا مقدس کلام ہے بس لپیٹ کر اونچی جگہ رکھ دو۔ یہ نہیں سوچتے کہ آخر یہ کتاب نازل کس لیے ہوئی ہے؟ یہی قرآن بار بار کہہ رہا ہے۔ هُدًى لِّلنَّاسِ (لوگوں کے لیے ہدایت ہے)، هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (متقین کے لیے ہدایت ہے) اور سورہ بنی اسرائیل (آیت:9) میں فرمایا: ﴿ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ ﴾ ''یقیناً یہ قرآن راہنمائی کرتا ہے اس راہ کی طرف جو سب سے سیدھی ہے''

منزل اسی کو ملتی ہے جو سیدھا راستہ اختیار کرے۔ مسلمانوں کی اصل منزل آخرت میں کامیابی ہے اور قرآن نہ صرف اس کا سیدھا اور صاف و شفاف راستہ بتلاتا ہے بلکہ دنیا میں کامیابی کا راز بھی بتلاتا ہے۔

﴿ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ﴿١٥﴾ ﴾ ''(اے نبی ﷺ!) یہ لوگ اپنی سی چالیں چل رہے ہیں''

مشرکین مکہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نت نئی چالیں چل رہے تھے۔ کبھی انہیں تشدد کا نشانہ بنایا جارہا تھا اور کبھی ان کو لالچ دے کر بہکانے کی کوششیں کی جارہی تھیں۔ نوجوان مسلمان ہو رہے تھے لیکن قریش کے بڑے بوڑھے ان پر مختلف طریقوں سے دباؤ ڈال رہے تھے۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ ایک بڑے اچھے، معزز اور خوشحال گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ جب ایمان لے آئے تو ان کی والدہ نے پہلے ان کو زبانی کلامی روکنے کی بہت کوشش کی لیکن جب آپؓ نہ مانے تو بالآخر احتجاجاً بھوک ہڑتال کر دی کہ ''جب تک مصعبؓ اسلام نہیں چھوڑیں گے میں کھانا نہیں کھاؤں گی''۔ اب جو نوجوان ایمان لے آیا ہے ظاہری بات ہے کہ وہ سلیم الطبع اور صالح نوجوان ہے اور اس کے لیے یہ کتنا دردبھرا احساس ہوگا کہ اس کی ماں نے اس کی وجہ سے بھوک ہڑتال کر دی ہے جبکہ ایک شخص پر ماں کے کتنے حقوق ہوتے ہیں۔ اب آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ مصعب بن عمیرؓ کس قدر بڑی مشکل میں پھنس گئے ہوں گے۔ چنانچہ اسی طرح کی اور بہت ساری تدبیریں اسلام کا راستہ روکنے کے لیے کی جارہی تھیں۔ ایک موقع پر کفارِ مکہ نے جب دیکھا کہ ہم ہر حد سے گزر گئے لیکن آپ ﷺ کے پایۂ استقامت میں لغزش نہیں آئی تو انہوں نے دوسرا وار بھی آزمایا کہ ہم آپؐ کو اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں، آپؐ کے قدموں میں دولت کے انبار لگا دیتے ہیں اور قریش کی جس عورت سے آپؐ چاہیں اس سے ہم آپؐ کا نکاح کروا دیتے ہیں مگر آپؐ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنا چھوڑ دیجیے۔ یعنی ایسی تدبیریں وہ کر رہے تھے۔

﴿ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ﴿١٦﴾ ﴾ ''اور میں بھی اپنی چال چل رہا ہوں''۔ یہ جتنی بھی تدبیریں لڑا لیں مگر ناکام ہوں گے اور جو اللہ کے ہاں طے شدہ ہے وہ ہو کر رہے گا۔ مولانا ظفر علی خان نے اپنے ایک شعر میں کیا خوب کہا تھا۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا!

﴿ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴿١٧﴾ ﴾ ''تو آپ ان کافروں کو ذرا مہلت دے دیجیے تھوڑی دیر انہیں (ان کے حال پر) چھوڑ دیجیے!''

کفارِ مکہ کے ہاتھوں مسلمان مسلسل جبر و ستم کا نشانہ بن رہے تھے۔ حضرت بلالؓ، حضرت حضرت خباب بن ارتؓ، حضرت عمارؓ، حضرت یاسرؓ اور حضرت سمیہؓ جیسے جلیل القدر صحابہ و صحابیات پر کیسے کیسے تشدد ہو رہے تھے۔ ان حالات میں مسلمانوں کے دلوں میں یہ خیال بار بار آیا ہوگا کہ ہم اس اللہ کے ماننے والے ہیں جو ''علی کل شیءٍ قدیر'' ہے تو وہ ظالم کے ہاتھ کیوں نہیں روک رہا۔ جیسے اقبال نے دورِ حاضر کے مسلمانوں کا شکوہ یوں بیان کیا تھا۔

رحمتیں ہیں تری اغیار کے کاشانوں پر
برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر

ہم تیرے اور تیرے حبیب ﷺ کے نام لیوا، تیرے قرآن کے حامل اور تیری زمین پر تیرے نمائندے اور مار بھی ہمیں ہی پڑ رہی ہے۔ یہ شیطانی وسوسہ ہر ایک مسلمان کے دل میں آسکتا ہے۔ لیکن اس کا جواب اللہ نے سورۂ عنکبوت میں دیا ہے: ﴿ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ﴿٢﴾ ﴾ ''کیا لوگوں نے یہ سمجھا تھا کہ وہ چھوڑ دیے جائیں گے صرف یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لے آئے اور انہیں آزمایا نہ جائے گا؟'' ﴿ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾ ''ہم نے تو ان کو بھی آزمایا تھا جو ان سے پہلے تھے'' ﴿ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٣﴾ ﴾ ''پس اللہ ظاہر کر کے رہے گا اُن کو جو سچے ہیں اور اُن کو بھی جو جھوٹے ہیں۔''

جو اللہ کو رب ماننے کا اعلان کرتا ہے تو پھر اس کی آزمائش لازماً ہوتی ہے۔ یہ اللہ کی سنت ہے اور ہمیشہ سے ہے کہ اُس نے ایمان والوں کو ہر صورت آزمایا ہے اور اس آزمائش سے واضح ہوجاتا ہے کہ کون واقعی اللہ کا سچا وفادار ہے اور کون محض نام کا مسلمان ہے اور اس کی ہمدردیاں اصل میں کفار کے ساتھ ہیں۔ بعض (باقی صفحہ 15 پر)

وحدتے گم کردہ......

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

ہلال عید ہماری ہنسی اڑاتا آیا اور گزر گیا۔ وزیراعظم نے پیام عید میں فرمایا اور بجا فرمایا افراد کی قربانی ہی قوم کو زندہ رکھتی ہے۔ آج پاکستان جتنا اور جیسا کچھ جی رہا ہے، ڈیڑھ دہائی سے عوام کی مسلسل دی جاتی قربانی ہی سے زندہ ہے! امریکہ کی دہشت گردی کی خون آشام دیوی کے چرنوں میں ساٹھ ہزار سے زائد عوام قربان ہو چکے۔ کسی مائی کے لال نے جرأت نہ کی پالیسی پر نظرِ ثانی فرمانے کی! ملک ناکوں، دھماکوں، لامنتہا سکیورٹی ایجنسیوں، جبری گمشدگیوں کا ملک بن گیا۔ اب تو امریکہ نے بھی فرمائش کر دی کہ چینیوں کی طرح امریکی شہریوں اور افسروں کے لیے بھی سکیورٹی فراہم کی جائے۔ غریب کی جورو، سب کی بھابھی۔

دیوار کیا گری مرے کچے مکان کی
لوگوں نے مرے صحن سے رستے بنا لیے

اگرچہ یہ عزت و وقار کی، استحکام اور خودمختاری کی دیوار، قومی آزادی اور تشخص کی، نظریۂ پاکستان کی دیوار تو کمانڈو مشرف نے خود گرائی تھی۔ یہ دن میں تارے اسی ایک تاریک دن کے ہاتھوں ہم دیکھ رہے ہیں۔ ملک میں روزگار کی فراہمی کا سب سے بڑا شعبہ بے شمار رنگ برنگی سکیورٹی کمپنیوں پر مشتمل ہے۔ سرکاری اور باقی انہی کے تابع غیرسرکاری، پرائیویٹ ایجنسیاں، مخبریوں، پکڑ دھکڑ کا جال بچھا ہے۔ اسلحے کی فراوانی کے کچھ رنگ تو ہم ڈیڑھ دہائی کراچی میں دیکھ ہی چکے ہیں۔ دل، دماغ، علم و دانش، تقریر و تحریر، اثر و رسوخ رکھنے والے حکیم سعید اور صلاح الدین مرحوم سے لے کر جید علماء تک کی شہادتیں ٹھنڈے پیٹوں یوں قبول کر لی گئیں، گویا عین مطلوب تھیں۔ جبری گمشدگیوں میں ان قاتلوں کو استثناء ملا رہا۔ حالیہ (بالآخر) آپریشن سے قبل ان ٹارگٹ کلرز کو کبھی میلی آنکھ سے نہ دیکھا گیا۔ ان میں سے کوئی اٹھایا یا غائب نہ کیا گیا۔ تا نکہ ایک ایک کا سکور 80,70 قتل نہ ہو گیا۔ اس سولہ سالہ دیوانگی میں ایک واضح طریق کار مضمر تھا۔ (Method in Madness) ہدف صرف نظریاتی افراد رہے۔ خواہ کلرز کے ٹارگٹ پر رکھے افراد تھے یا جبری گمشدگان۔ (استثناء صرف بلوچستان کو تھی جہاں بلوچ نیشنلسٹ بھی اٹھائے گئے)

عید پر بکرے دنبوں کی قربانی کے ہمراہ مساجد، مدارس کی معاشی شہ رگ دبوچنے کا تسلسل جاری رہا۔ کھالوں کے جمع کرنے پر پابندیاں اور چمڑے کے تاجروں کو کوڑیوں کے مول کھالیں خرید کر دینی اداروں کو نقصان پہنچانے کے فرامین کا سہارا لیا گیا۔ ایک طرف این جی اوز اور تعلیمی سلسلوں میں (بے دینی، بے حیائی پھیلانے کے لیے) مغربی اداروں کی فنڈنگ کے تمام دروازے کھلے ہیں بلا روک ٹوک۔ دوسری جانب مدارس میں غریب بچے فاقہ کشی اور روزے رکھ کر وقت پورا کر رہے ہیں۔ فنڈز کی فراہمی حقیقی اسلام، ٹھیٹھ شریعت سے ہاتھ اٹھا لینے سے مشروط ہے! خطبۂ حج میں امام حج نے فرمایا: عدل و انصاف اسلام کے سر کا تاج ہے۔ یہ تاج امریکہ نوچ کر پھینک چکا۔ بشار الاسد شام میں عدل و انصاف فرما رہا ہے! مصر میں السیسی اسلام کو محبوس کیے، پابہ زنجیر کیے ہزاروں مرد و زن کو امریکی انصاف کا مزہ چکھا رہا ہے۔ عالمِ اسلام کے قابلِ نفرین ان دو کرداروں میں تیسری قاتلہ حسینہ واجد ہے جہاں نام نہاد عدلیہ اہلِ دین کے لیے پھانسی گھاٹ کھولے بیٹھی ہے۔ پاکستان سے محبت کی سزائیں بانٹی جا رہی ہیں اور ہم بیٹھے صرف گنتی فرما رہے ہیں، سکور کتنا ہو گیا!

انہی دنوں میڈیا رپورٹس کے مطابق (ڈان، دی نیوز) موٹروے پولیس کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ نوجوان نسل کی تربیت اور اٹھان کی افسوسناک عکاسی کرتا ہے۔ تصاویر اور خبر کی تفاصیل جو شائع ہوئیں وہ بین الاقوامی طور پر بھی نیوکلیئر پاکستان کے شایانِ شان نہیں۔ دو کپتان اور ان کے ساتھ موٹروے پولیس کی پٹائی کرنے والے کم عمر نوجوان ہیں جبکہ پٹنے والے بڑی عمر کے (ان میں سے ایک سفید ریش) اہلکار ہیں۔ موٹروے پولیس کے نہایت شائستہ اور بااخلاق ہونے کی شہرت عام ہے۔ قانون شکنی کے بعد روکے جانے پر مشتعل ہو کر پستول تان لینا، مدد کے لیے چار گاڑیوں میں سوار 25 اہلکاروں (بعض مسلح باوردی) کا ہلّہ بول دینا، یہ قومی مزاج کے زوال اور اخلاقی تربیت کے فقدان کی تشویشناک علامات ہیں۔ دھونس دھمکی کا مزاج، خود کو گرفت سے بالاتر سمجھنا، عدم برداشت، حفظِ مراتب سے ناآشنائی۔ یہ سب قوم کے ذمہ داران کے لیے لمحاتِ فکریہ ہیں۔ کبھی کرکٹ کے ہیرو پولیس سے الجھ پڑے، ہیرو شپ کے زعم میں۔ کبھی جاگیردار، وڈیرے قانون سے کھیلنے پر آ گئے۔ کبھی سیاسی مناصب دماغ کو چڑھ گئے۔ یہ اخلاقی گراوٹ کی علامتیں ہیں۔ مزاج یہ ہو کہ...... کس میں جرأت ہے کہ پوچھے ہم سے حملے کا جواز! تو ہمیں اپنے اپنے دائرہ کار میں ایسے تکبر، رعونت اور ڈسپلن کے فقدان کو درست کرنا ہوگا۔ جہاں بے شمار سکیورٹی ایجنسیاں اور ادارے کارفرما ہوں، وہاں باہم دگر ٹکرانے کی ایسی مثال کا نوٹس لے کر سدِ باب فوری درکار ہے۔ ادارے یوں الجھنا افورڈ نہیں کر سکتے۔ آئی ایس پی آر کی یقین دہانی کے مطابق شفاف انصاف لازم ہے تاکہ آئندہ ایسے واقعات دہرائے نہ جائیں۔ 9/11 کے بعد کے 16 سالوں میں قومی سطح پر تعلیمی تربیتی اداروں میں ایک بھیانک خلاء پیدا ہوا ہے۔ نظریے کو، اسلام کو فارغ خطی دے دی گئی۔ اخلاقی دیوالیہ پٹ چکا۔ نئی نسل دین بے زار بلکہ دین دشمن (جو اخلاقیات کی بنیاد ہے۔ اللہ کا خوف، آخرت کی جوابدہی) مادر پدر آزاد ہے۔ یہ ٹیلی ویژن، موبائل، مخلوط تعلیم کے شخصیت منتشر کر دینے والے اثرات پر جوان ہونے والی نسل ہے۔ اس کا چچا، گوگل نانی، ٹیلی ویژن اور دادا، موبائل ہے۔ انہی کے زیرِ تربیت شتر بے مہار پل بڑھ رہے ہیں۔ قانون کا احترام؟ عمر کا احترام؟ وردی کا احترام؟ سب کچھ بلا سوچے سمجھے داؤ پر لگا دیا۔ ہمارے ہاں قانون کی پاسداری شان کے خلاف اور کمتر

ہونے کی علامت سمجھی جاتی ہے۔ وی آئی پی کلچر فی نفسہ ایسی نفسیات بنا دینے کا ذمہ دار ہے۔ جہاں عوام، ایمبولینس میں مریض، تادیر کھڑے رہنے پر مجبور کر دیے جائیں کہ وی آئی پی روٹ لگا ہے۔ وہاں ہر بااثر موقع پا کر اپنی دھونس جما کر دم لے گا۔ عجز، تواضع، غلطی کا اقرار اور معذرت طلبی جیسی صفات عنقا ہیں۔ اگر پی ایم اے کے دو سالہ تربیت یافتہ یہ کر سکتے ہیں جو جینٹل مین کیڈٹ (Gentleman Cadet) کہلاتے ہیں۔ تو باقی کھڑی کی گئی فورسز کا معاملہ کیا ہوگا؟

آپ لاکھ دین سے، اپنی شناخت سے نظریں چرائیے۔ تاہم اللہ آپ پر اپنے قانون لا الہ الا اللہ کے تحت ہی نافذ کرے گا۔ دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔ ہم خدانخواستہ گورے بن کر دکھائیں تو فیئر اینڈ لولی (Fair and Lovely) نہیں منافق و Ugly (بدصورت) بن جائیں گے۔ سزا پائیں گے۔ مثلاً صحیح مسلم میں حدیث قدسی ملاحظہ ہو میں نے آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی امت کے لیے یہ وعدہ عطا کر دیا ہے کہ میں انہیں عام قحط سالی سے ہلاک نہیں کروں گا اور ان پر ایسا غیر مسلم دشمن مسلط نہیں کروں گا جو ان کی جڑ ہی کاٹ ڈالے چاہے اطراف زمین کے سب لوگ (ان کے خلاف) جمع ہو جائیں۔ ہاں وہ خود ہی ایک دوسرے کو ہلاک کریں گے اور ایک دوسرے کو قیدی بنائیں گے۔ نیز قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ دیکھیے: ''اے نبیؐ کہہ دیجیے کہ وہ (اللہ) اس پر قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب اوپر سے نازل کر دے۔ یا تمہارے قدموں کے نیچے سے برپا کر دے۔ یا تمہیں گروہوں میں تقسیم کر کے ایک گروہ کو دوسرے گروہ کی طاقت کا مزہ چکھوا دے۔'' (الانعام:65) ہم 16 برس سے انہی عذابوں میں مبتلا ہیں۔ ہماری ساری قوت (کافر کی خاطر) خود مسلمانوں پر برس رہی ہے۔ ہمارے لیے نہتوں سے کھلواڑ آسان ہو گیا۔ کفر کے مقابلے کا ایجنڈا کہیں موجود ہی نہیں۔ اپنے بھائی کے مقابل کبر سے تن جائیے، غیر کا ہو سامنا تو بس قلی بن جائیے۔ دین سے تہی دامن آج ہماری کیفیت یہ ہے۔ در جہاں آوارۂ بے چارۂ۔ وحدتے گم کردۂ صد پارۂ (تو جہاں میں آوارہ اور بے چارہ ہو کر رہ گیا۔ چونکہ تو اپنی وحدت کو گم کر بیٹھا ہے اور 100 ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا ہے)۔

☆☆☆☆

دعوت فکر

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ

سجاد وسیم

شریک زندگی کا انتخاب کیسے ہو؟ یہ وہ سوال ہے جو ہر گھر میں زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر ضرور سامنے آتا ہے۔ جب ہم ''شریک زندگی'' کہتے ہیں تو اسی سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس پر مستقبل کا دارومدار ہوتا ہے۔ مستقبل کے سنورنے اور بگڑنے کا دارومدار اسی انتخاب پر ہوتا ہے۔ صرف اپنا مستقبل نہیں، بلکہ نئی نسل کا مستقبل بھی اس انتخاب سے وابستہ ہوتا ہے۔ اسی لیے صرف گھر کے افراد کے درمیان ہی نہیں بڑوں، بزرگوں، رشتہ داروں اور مخلص دوست احباب کے سامنے بھی اس کا تذکرہ ہوتا ہے اور رائے لی جاتی ہے۔ ماں باپ، بہن بھائی جب دلہن لانے کا خواب دیکھتے ہیں تو اس میں ایک جملہ بہت زیادہ سننے کو ملتا ہے ''چاندی دلہن''۔ رشتے تلاش کرتے ہوئے مختلف تبصرے سننے کو ملتے ہیں۔ کئی بار ایسا بھی ہوتا ہے کہ رشتے کے متلاشی خاندان کے لوگوں کی زبان سے ایسی باتیں نکل جاتی ہیں جس سے لڑکیوں اور ان ماں باپ کی عزت نفس کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ یہ کلچر اب دن بدن فروغ پاتا جا رہا ہے۔ رشتہ لینے والوں کو یہ سوچنا چاہیے کہ آج وہ اگر کسی کی عزت نفس کو مجروح کر رہے ہیں تو ان کے ہاں بھی بیٹیاں بہنیں ہیں، کل ان کے گھر بھی رشتوں کے متلاشی آئیں گے تو وہ بھی مکافات عمل کا شکار ہو سکتے ہیں۔

''چاندی دلہن'' ڈھونڈتے وقت کبھی بھی نبی اکرم ﷺ کے بتائے ہوئے طریق کار کو اختیار نہیں کیا جاتا۔ رسول اکرم ﷺ نے دلہن تلاش کرنے والوں کو جو معیار بتایا کہ پہلے دین، پھر سیرت وصورت پھر مال دیکھو، مگر ہمارے ہاں نہ صرف ترتیب الٹ دی گئی ہے، بلکہ دین کو شریک زندگی کے انتخاب کی فہرست سے نکال دیا ہے۔ اس وقت مال اور صورت ہی ''انتخاب'' کا ذریعہ بنتے ہیں، اس لیے شادی ہوتے ہی خانہ آبادی کے بجائے خانہ بربادی شروع ہو جاتی ہے۔

شریک زندگی کے انتخاب میں نبویؐ معیار اپنایا جائے تو معاملات سنبھالنا آسان ہو جاتے ہیں۔ دین کی برکت سے حقوق و فرائض سے آگہی ''نئی زندگی'' کے آغاز میں ایسی مضبوط بنیادیں فراہم کرتی ہے کہ اس پر ''خوبصورت عمارت'' کھڑی کرنا مشکل نہیں رہتا۔

لڑکوں کو شریک زندگی کے انتخاب کے لیے اپنی ''چوائس'' کہہ لیں یا تصور گھر والوں کو بتانا چاہیے کہ وہ شجر معاشرت کی آب یاری کے لیے دین کے چشمہ صافی سے فیض یاب ہونے کا خواہشمند ہے۔ قرآن مجید نے سورۂ روم میں رشتہ ازدواج اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار دیتے ہوئے فرمایا: ''اس کی (قدرت) نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تمہاری بیویاں تم ہی میں سے بنائیں تاکہ تم ان سے تسکین کا سامان کرو اور تم میں الفت و محبت رکھی۔''

یعنی مرد اپنی فطرت کے تقاضے عورت سے پورے کرتا ہے اور عورت اپنی فطرت کی ضرورتیں مرد سے پاتی ہے، یوں یہ عمل دونوں کی تسکین کا سامان کرتا ہے۔ یہ خصوصیت بقول حضرت شاہ عبدالقادرؒ صرف انسانوں کے ساتھ اللہ نے مخصوص کی ہے، (اسی لیے نکاح کی صورت میں اس کی حدود مقید کر دی ہیں) اگر نکاح کا راستہ اختیار کرنے کے بجائے بدکاری کی راہ اختیار کرے تو وہ انسان سے حیوان بن جاتا ہے۔ آج اس حیوانیت کے مناظر چاروں طرف دیکھنے کو مل رہے ہیں۔ مغربی تہذیب نے انسان کو ''جنسی حیوان'' بنا دیا ہے اور فطرت کی ضرورت کو غیر فطری انداز میں انجام دینے میں مصروف ہے۔ رشتہ نکاح مودت و محبت کا ذریعہ بنتا ہے جو زندگی کے آخری ایام تک ساتھ ساتھ چلتی ہے۔ ایک دوسرے کے دکھ درد بانٹنے اور خوشیوں کو بڑھانے کا ذریعہ بنتی ہے، جبکہ ''غیر فطری'' رشتہ عارضی ہوتا ہے۔ جو کبھی تو کچھ ایام تک چلتا ہے، کبھی کچھ ہفتوں اور مہینوں تک سالوں تک بھی چلے تو اس میں محبت سے زیادہ ہوس اور لالچ کا دخل ہوتا ہے۔ اس جنسی تعلق میں بھی دو نہیں کئی ''شراکت دار'' ہوتے ہیں۔ ''شریک زندگی'' کے انتخاب میں ''صورت و مال'' کی ترجیح گھر کو اکثر اوقات جہنم بنا دیتی ہے اور جوڑ سے زیادہ توڑ کا عمل دخل زیادہ ہوتا ہے، اس لیے ماں باپ، بہن بھائیوں اور خصوصاً لڑکے کو ''شریک'' زندگی کا انتخاب کرنے میں ''دین و سیرت'' کو ترجیح دینی چاہیے تاکہ گھر جنت کا گہوارہ بنے اور ''وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ'' کا اصل مفہوم پورا ہو سکے۔

1947ء سے کشمیر کے حوالے سے پاکستان کا سٹینڈ تھا کہ کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے لیکن پاکستان کی حکومت اس کو حاصل کرنے کے بہترین موقع سے فائدہ اٹھانے میں بری طرح ناکام ہوئی ہے۔ہم نے جنرل اسمبلی میں جانے سے پہلے کوئی ہوم ورک نہیں کیا جس کی وجہ سے جان کیری سمیت کوئی بھی ہماری بات سننے کو تیار نہیں۔اُڑی کا واقعہ ایک حادثہ تھا جس سے بھارت ناجائز فائدہ اُٹھا رہا ہے۔بھارتی دھمکیوں کا جو جواب کور کمانڈرز کانفرنس میں دیا گیا ہے پاکستان کی منتخب حکومت کی طرف سے جانا چاہیے تھا۔ہماری ملکی سلامتی کو خطرہ لاحق ہے اور ہم 1971ء کی طرح منتشر ہیں۔اگر پاکستان نے اپنی بنیاد اسلام پر رکھی ہوتی تو مشرقی پاکستان کبھی بنگلہ دیش نہ بنتا: ایوب بیگ مرزا

کشمیریوں کی جدوجہد آزادی، بھارت کا جنگی جنون اور پاکستان میں سیاسی انتشار کے موضوعات پر حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں اظہار خیال

میزبان: ڈاکٹر غلام مرتضیٰ

مرتب: محمد رفیق چودھری

سوال : آپ کیا دیکھ رہے ہیں کہ کشمیر کی جدوجہدِ آزادی اس وقت کس سٹیج پر ہے؟

ایوب بیگ مرزا : مسئلہ کشمیر تقسیم برصغیر کی تقسیم کا نامکمل ایجنڈا ہے۔69 سال سے بھارت نے وہاں ناجائز قبضہ کر رکھا ہے لیکن ابھی تک کشمیریوں نے بھارتی تسلط کو تسلیم نہیں کیا۔کسی نہ کسی صورت میں وہ بھارت کے خلاف اپنی نفرت کا اظہار کرتے چلے آ رہے ہیں۔کبھی یہ نفرت گوریلہ جنگ کی صورت اختیار کر لیتی ہے جس میں بھارتی فوجی چھاؤنیوں اور چوکیوں پر حملے ہوتے ہیں، جواب میں قابض فوج گھروں میں داخل ہو کر لوگوں کو تشدد کا نشانہ بناتی ہے، شہید کرتی ہے، عورتوں کی بے حرمتی کرتی ہے۔یہ سب کچھ تو 70 سال میں ایک دن کے لیے بھی نہیں رکا۔صرف انداز مختلف رہے ہیں۔لیکن برہان وانی کی شہادت کے بعد اس تحریک نے ایک عوامی رنگ اختیار کیا ہے۔اب یہ نہیں ہوتا کہ دو چار آدمی نکلے اور بم پھینک کر چھپ گئے بلکہ اب ہزاروں کی تعداد میں لوگ سڑکوں پر نکلتے ہیں، ان کے پاس کوئی اسلحہ، بارود نہیں ہوتا وہ سڑکوں سے پتھر اُٹھا کر بھارتی قابض فوج پر پتھراؤ کرتے ہیں۔جواب میں ان پر فائرنگ کی جاتی ہے، لوگ شہید ہوتے ہیں، پیلٹ گن کے چھروں سے ہزاروں کی آنکھیں متاثر ہوئی ہیں اور سینکڑوں بینائی سے محروم ہوئے ہیں اور اس قدر ظلم و جبر کا بازار گرم ہے کہ ایک امریکی عورت جو میڈیا کوریج کے لیے گئی تھی وہ آنکھوں دیکھے حالات بیان کرتے ہوئے اپنے جذبات پر کنٹرول نہ کر سکی اور بلبلا کر رو پڑی۔اُس کا کہنا تھا کہ جو ظلم میں نے مقبوضہ کشمیر میں دیکھا ہے دنیا میں کسی اور جگہ اس طرح انسانوں پر ظلم نہیں ہو رہا۔جدوجہدِ آزادی کی اس تازہ لہر کو شروع ہوئے تیسرا مہینہ ہونے والا ہے لیکن حیرت کی بات ہے کہ ابھی تک اس کے جوش و خروش میں کوئی کمی نہیں آئی بلکہ اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا ہے۔مسلسل کرفیو کے باوجود لوگ نکلتے ہیں، انہیں گولیاں لگتی ہیں، شہید ہوتے ہیں اور لوگ جنازہ اُٹھا کر پھر نکل آتے ہیں۔اس صورتحال سے بھارت بری طرح بوکھلایا ہے۔اگر اس تحریک کو مزید دوام مل جائے تو بھارت سلامتی کونسل میں جانے کے قابل تو نہیں ہے البتہ کوئی بھی جذباتی قدم اُٹھا سکتا ہے۔

سوال : بھارت مسلسل پاکستان پر دراندازی کا الزام لگا رہا ہے۔اس کا کہنا یہ ہے پاکستان اس تحریک کو ہوا دے رہا ہے۔آپ کے خیال میں پاکستان ان کی کیا مدد کر رہا ہے؟

ایوب بیگ مرزا : دیکھئے! حقیقت یہ ہے کہ برہان وانی کی شہادت کے بعد وہاں جو عوامی لہر اُٹھی ہے اس میں پاکستان کا رتی بھر بھی کوئی حصہ نہیں ہے بلکہ اُلٹا پاکستان کا رول مجرمانہ رہا ہے۔پاکستان نے کوئی توجہ نہیں دی جو دی جانی چاہیے تھی۔کوئی اخلاقی حمایت بھی نہیں کی جس کا پاکستان کو بڑا دعویٰ ہے۔سفارتی سطح پر بھی کوئی کوشش نہیں کی۔چند دن پہلے 22 افراد کا جو وفد بنایا گیا ہے اس کا بھی ابھی تک کوئی رول سامنے نہیں آیا اور اس وفد میں سوائے مشاہد حسین کے کوئی ایسا بندہ نہیں ہے جو کشمیر کے حوالے سے معمولی معلومات بھی رکھتا ہو۔یہاں تک کہ اس وفد کے ایک رکن سے جب پوچھا گیا کہ محبوبہ مفتی موجودہ حالات میں کیا قدم اُٹھا سکتی ہیں تو وہ سوال کرنے والے سے پوچھتا ہے کہ یہ محبوبہ مفتی کون ہیں؟ اس سے آپ پاکستانی حکومت کی مسئلہ کشمیر کے حوالے سے سنجیدگی کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس نے مسئلہ کشمیر کو اُجاگر کرنے کے لیے ایک ایسا وفد تشکیل دیا ہے جسے یہ نہیں پتا کہ مقبوضہ کشمیر کا موجودہ وزیر اعلیٰ کون ہے؟ صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ وفد محض ایک دکھاوا ہے جو اپنے لوگوں کو یورپ وغیرہ کا سیر سپاٹا کرانے کے لیے بنایا گیا ہے اور اسی میں قوم کے کروڑوں روپے خرچ ہو جائیں گے۔کشمیر میں بھارت جو ظلم و ستم ڈھا رہا ہے پاکستان اُسے دنیا کے سامنے لانے میں بُری طرح ناکام رہا ہے۔میں آپ کو ایک مثال دیتا ہوں۔شام میں آٹھ سالہ کرد لڑکے کی ایک تصویر جب سامنے آئی تو یورپ نے اس مسئلہ کو کس طرح اُٹھایا ہے۔اسی طرح سری نگر میں گولیوں سے چھلنی گیارہ سالہ شفیع ناصر کی لاش ملی ہے۔پھر ایک تیرہ سالہ لڑکی شہید ہوئی ہے۔اگر ان بچوں کی تصویریں یورپ میں پھیلا دی جاتیں تو کسی اور سفیر کو بھیجنے کی ضرورت نہیں تھی۔یعنی پاکستان نے اس موقع سے اس طرح فائدہ نہیں اٹھایا جس طرح اٹھایا جانا چاہیے تھا بلکہ اُلٹا بھارت نے بلوچستان اور سندھ میں ایسے حالات پیدا کر دیئے ہیں کہ جن سے پاکستان پر پریشر بڑھ گیا ہے۔حالانکہ یہ انتہائی بھونڈا انداز ہے بھارت کا کہ وہ افغانستان میں اپنے سفارت خانے کھول کر وہاں سے بلوچستان میں دہشت گردی کروا رہا ہے اور اس کی آڑ میں زبردستی بلوچستان کے مسئلہ کو کھڑا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔جبکہ پاکستان کشمیر کے حوالے سے اپنا جائز موقف پیش کرنے سے بھی قاصر ہے۔

سوال : نواز شریف نے نیویارک میں دیگر بین الاقوامی سربراہان کے علاوہ جان کیری سے بھی ملاقات میں مسئلہ کشمیر کو اٹھایا ہے۔کیا اس سے انڈیا پر کوئی فرق پڑے گا؟

ایوب بیگ مرزا : اس میں کوئی شک نہیں کہ نواز شریف نے جان کیری کے سامنے مسئلہ کشمیر کو اٹھایا ہے لیکن جان کیری نے مسئلہ کشمیر کو کوئی اہمیت ہی نہیں دی۔بجائے اس کے وہ اُلٹا زور پاکستان پر ڈالتا رہا کہ وہ دہشت گردوں کو اپنی سرزمین استعمال نہ کرنے دے۔اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اقوام متحدہ میں جانے سے پہلے کوئی ہوم ورک نہیں کیا۔آج کا سفارتی اصول یہ ہے کہ پہلے ایک فضا پیدا کی

جاتی ہے اوراس کے بعد مسئلہ اٹھایا جاتا ہے۔انڈیا کی مثال دیکھ لیں وہ عالمی سطح پر پاکستان کو دہشت گرد ملک ثابت کرنے کے لیے اپنے تمام وسائل بروئے کار لایا ہے، اتنے عرصہ سے اپنے میڈیا کو اس کام میں جھونکا ہوا ہے۔آج یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ دنیا میں کہیں بھی دہشت گردی کا کوئی واقعہ ہوتا ہے تو انگلیاں پاکستان کی طرف اُٹھتی ہیں۔اسی طرح اگر پاکستان بھی کشمیر میں شہید بچوں کی تصویریں یورپ میں پھیلا دیتا تو پھر کوئی اس کی بات پر توجہ دے سکتا تھا۔

سوال: اُڑی بریگیڈ ہیڈکوارٹر پر حملہ دہشت گردی کا واقعہ تھا یا انڈیا نے جنرل اسمبلی کے اجلاس سے پہلے اپنے اوپر سے پریشر ہٹانے کے لیے کوئی ڈراما کیا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: جس طرح کے انتظامات اب LOC پر ہو چکے ہیں۔میں سمجھتا ہوں کہ کسی کا اسے کراس کرنا اور وہ بھی اسلحہ اور بارود کے ساتھ اگر ناممکن نہیں تو انتہائی مشکل ضرور ہے۔لہٰذا اس بات کے امکانات تو نہ ہونے کے برابر ہیں کہ کوئی ایل او سی کراس کر کے دہشت گردی کرے گا۔جو بھارتی میڈیا کے ذریعے ہمیں معلوم ہو سکا ہے وہ یہ ہے کہ اُڑی بریگیڈ میں جہاں ایک آئل ڈپو تھا اور ساتھ اسلحہ بارود بھی تھا اور فوجی آئل بھر رہے تھے۔اس دوران کوئی حادثہ ہوا ہے، کسی نے سگریٹ پھینک دیا یا کوئی شارٹ سرکٹ ہوا جس کی وجہ سے آگ لگ گئی اور اسی کی وجہ سے سارا نقصان ہوا ہے۔95 فیصد امکان اسی بات کا ہے کہ یہ ایک حادثہ تھا اور ایک ایسے موقع پر ہوا جب جنرل اسمبلی کا اجلاس ہونے والا تھا اور انڈیا نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شور وغوغا اور ہنگامہ کھڑا کر دیا اور اس کا رخ پاکستان کی طرف موڑ دیا اور یہ کوشش کی کہ وزیر اعظم پاکستان وہاں کشمیر کے حوالے سے جو بات کرے تو اس کے جواب میں ہم کہہ سکیں کہ یہ پاکستان کروا رہا ہے۔تین دن بعد انہوں نے دعویٰ کر دیا کہ ہم نے پاکستانی بارڈر سے 10 پاکستانی نوجوان پکڑے ہیں۔جبکہ ان کے بارے میں پتہ چلا ہے کہ وہ بھی کشمیری تھے، ان میں بچے بھی تھے جن کو انہوں نے ہلاک کیا ہے۔ایک دوسرے پہلو کو بھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا کہ اگر ایک ریاست اپنے شہریوں کو دن رات مار رہی ہے، ان پر گولہ باری کی جاتی ہے، تشدد کیا جاتا ہے، پیلٹ گن کے فائر سے لوگوں کو اندھا کیا جاتا ہے تو کیا ایسی ریاست سے چار افراد ایسے نہیں نکل سکتے جو اپنی جان پر کھیل کر ایسا کوئی کام کر دیں؟اگر آپ ان کو ماریں گے تو کیا آپ یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ پھولوں سے آپ کا استقبال کریں گے۔لہٰذا یہ بھی ممکن ہے کہ کشمیر کے شہریوں نے تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق اس طرح کا قدم اٹھا دیا ہو۔لیکن زیادہ امکان اس بات کا ہے کہ یہ ایک حادثہ تھا اور بھارت نے بدحواسی میں اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔اس بدحواسی کا اندازہ کیجیے کہ وہ کہتے ہیں جو اسلحہ پکڑا گیا ہے اس پر پاکستان کی واہ انڈسٹری کی مہر لگی ہوئی ہے اور وہاں سے ایسی چیزیں ملی ہیں جو پاکستان میں بنتی ہیں۔گویا پاکستان نے سارے ثبوت ساتھ بھیج دیئے کہ ہم ہیں دہشت گردی کرانے والے؟پھر اسی بدحواسی میں وہ کہہ رہے تھے کہ ہم سرجیکل سٹرائیک کریں گے لیکن دوسرے دن جب پاکستان میں کور کمانڈرز کی کانفرنس سے منہ توڑ جواب گیا تو پھر ٹھنڈ پڑ گئی اور بھارتی آرمی چیف نے مودی کو مشورہ دیا کہ کوئی ایسا قدم نہ اٹھایا جائے۔لیکن مودی حکومت بدحواسی میں جیسے کچھ نہ کچھ کرنے پر تلی ہوئی

> ہمارا میڈیا انڈین کلچر اور عریانی وفحاشی کو فروغ دینے میں تو آزاد ہے لیکن اپنے ملک کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کرنے سے بالکل قاصر ہے۔

ہے۔محدود جنگ کا تو انڈیا سوچے بھی نہ کیونکہ کوئی بھی فریق دوسرے کا پابند نہیں ہے کہ وہ بھی محدود جنگ ہی کرے گا، وہ اس سے بڑھ کر بھی جواب دے سکتا ہے۔لہٰذا اگر انڈیا نے ایسا کوئی قدم اٹھایا تو وہ اس کے لیے تباہ کن ثابت ہوگا۔البتہ زیادہ امکان اسی بات کا ہے کہ انڈیا کوئی تخریب کاری کرے گا لہٰذا ہمارے اداروں کو ہوشیار رہنا چاہیے۔

سوال: بھارت کو جو جواب کور کمانڈرز کانفرنس میں دیا گیا ہے کیا وہ حکومت پاکستان کی طرف سے سفارتی سطح پر نہیں دیا جانا چاہیے تھا؟

ایوب بیگ مرزا: بالکل۔یہ جواب حکومت کی طرف سے جانا چاہیے تھا۔وزیر اعظم اگرچہ ملک سے باہر ہیں مگر وہاں سے بھی وہ جواب دے سکتے تھے۔وزارت خارجہ کی طرف سے جواب جانا چاہیے تھا یا کوئی سینئر وزیر ان کو انہی الفاظ میں جواب دیتا لیکن ہم یہ محسوس کر رہے ہیں ہماری حکومت نے بھارت کے حوالے سے بہت ہی لچک دار رویہ اختیار کیا ہوا ہے۔اُڑی کے واقعہ کے بعد جس طرح کے بیانات انڈیا کی طرف سے آئے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ اب پاکستان کی سول حکومت کے پاس کوئی دوسرا آپشن نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرے ورنہ اس سے پہلے آپ نے دیکھا کہ کلبھوشن یادیو پکڑا گیا، اس نے اعتراف کیا کہ میں را کا حاضر سروس افسر ہوں لیکن حکومت پاکستان نے اس کے حوالے سے کوئی بیان نہیں دیا۔اسی طرح کئی ایسے واقعات میں پارلیمنٹ میں فوج کے خلاف بیان دیئے گئے۔لہٰذا حکومت کو احتیاط کرنی چاہیے اور وہ رویہ اختیار کرنا چاہیے جس سے معلوم ہو کہ عسکری قیادت اور سیاسی قیادت ایک پیج پر ہیں۔

سوال: 1965ء کی جنگ میں پاکستان کی حکومت اور اپوزیشن جماعتیں متحد اور پرعزم تھیں، اسی طرح 1971ء کی جنگ کے بعد جب بھٹو انڈیا سے مذاکرات کرنے جا رہے تھے تو تب بھی تمام اپوزیشن جماعتیں بھٹو حکومت کی پشت پر تھیں۔کیا آج کل کے سیاسی حالات میں ایسا ممکن ہو سکتا ہے جبکہ سرحدوں پر کشیدگی بڑھ رہی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: 1965ء میں سیاستدان متحد تھے تو اس کا رزلٹ بھی خوب نکلا۔1971ء میں سیاستدان منتشر تھے اور اس کا نتیجہ سب کے سامنے ہے البتہ جب بھٹو شملہ مذاکرات کے لیے انڈیا جا رہے تھے تو اس وقت اس کے باوجود کہ جماعت اسلامی اور پیپلز پارٹی میں شدید اختلافات تھے، میاں طفیل بھٹو کو الوداع کہنے کے لیے ایئرپورٹ تک آئے اور اس یکجہتی کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہم اپنے قیدی اور مقبوضہ علاقے واپس لانے میں کامیاب ہوئے۔لیکن اس وقت ہم پھر انتہائی انتشار کی کیفیت میں ہیں۔ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیے بلکہ ہماری حکومت اور اپوزیشن دونوں کو چاہیے کہ وہ سلامتی کو اولین ترجیح دیں۔

سوال: تحریک انصاف نے 30 ستمبر کو رائیونڈ مارچ کی جو ڈیڈ لائن دی ہے اس کو آپ کس تناظر میں دیکھ رہے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: دونوں طرف سے ایسی ذہنیت کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے جس کے مطابق لگتا ہے کہ یہ لوگ نہ تو حکومت کے قابل ہیں نہ اپوزیشن کے۔میں سمجھتا ہوں کہ یقینی طور پر حکومت کو پانامہ لیکس کے حوالے سے حقائق کا ادراک کرانے کے لیے بہت سے مراحل سے گزرنے کی ضرورت تھی اور پھر یہ کہ سڑکوں پہ آنے کا مرحلہ بھی تھا لیکن جس طرح اب کشمیر کا مسئلہ سامنے آیا ہے اور اس کے ساتھ ہی اڑی کے واقعہ کے بعد پاکستان کو جس طرح کی دھمکیاں دی گئی ہیں چاہیے تو یہ تھا کہ چاہے وقتی طور پر ہی سہی اپنے اختلافات کو پس پشت ڈال کر متحد ومنظم قوم کی حیثیت سے پہلے انڈیا سے نمٹا جاتا اور اس کے بعد دیگر امور کو لیا جاتا۔

سوال: پانامالیکس پر اپوزیشن جماعتیں متحد تھیں جبکہ رائیونڈ مارچ کے حوالے سے انتشار کا شکار ہیں۔کیا اس سے ظاہر نہیں ہو رہا کہ یہ صرف شخصیات کا تصادم ہے جس میں اصل ایشوز بیک گراؤنڈ میں چلے گئے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: میں اس سے اتفاق نہیں کرتا کہ پانامالیکس پر اپوزیشن جماعتیں متحد تھیں۔پیپلز پارٹی، ایم کیو ایم اور اے این پی حکومت کے ساتھ تھیں اور اپنے مفادات وابستہ ہونے کی بنا پر اندر خانے اپوزیشن کی کوششوں

کو سبوتاژ کر رہی تھیں جس کا فائدہ حکومت کو ہوا۔ میں سمجھتا ہوں کہ عمران خان کو آغاز سے ہی اس بات کو سمجھنا چاہیے تھا کہ جو جماعتیں حکومت سے مراعات حاصل کر رہی ہیں وہ اپوزیشن کا ساتھ کیسے دیں گی۔ لہٰذا عمران کو آغاز ہی سے سولو فلائیٹ کرنا چاہیے تھا جو وہ اب کر رہے ہیں۔

سوال: چودھری شجاعت سمیت سینئر سیاستدانوں نے جس طرح شروع سے ہی رائیونڈ مارچ سے اختلاف کیا ہے کیا آپ سمجھتے ہیں کہ رائیونڈ مارچ کوئی غیر سنجیدہ اقدام ہے؟

ایوب بیگ مرزا: میرے خیال میں اگر رائیونڈ مارچ ہوا تو کوئی خاص ردِعمل ظاہر نہیں ہوگا۔ کیونکہ حکومت اتنی بھی احمق نہیں ہے کہ وہ اس کو تصادم میں بدل کر مزید اپنے آپ کو مشکلات میں پھنسائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ شہباز شریف نے صاف کہہ دیا ہے ہم اس دن اپنے دفاتر بھی بند کر دیں گے۔ لہٰذا ڈنڈا فورس اور بلا فورس کے تصادم کا کوئی امکان نہیں ہے۔

سوال: عمران خان کراچی اور پشاور سے بھی لوگوں کو اکٹھا کر رہے ہیں تو کیا آپ کے خیال میں اس قدر بڑے مارچ کا کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا؟

ایوب بیگ مرزا: اگر کوئی بڑا شو ہو گیا تو اس کے اثرات تو مرتب ہوں گے لیکن میں ذاتی طور پر سمجھتا ہوں کہ اس وقت جبکہ انڈیا دھمکیاں دے رہا ہے عمران خان کو اپنے احتجاج کو کال آف کرنا چاہیے تھا لیکن اگر اس کے باوجود بھی وہ مارچ کرتے ہیں تو اس کا فائدہ حکومت کو پہنچے گا کیونکہ حکومت یہ پروپیگنڈا کرنے میں کامیاب ہو جائے گی کہ دیکھو ادھر ملکی سلامتی کو خطرہ لاحق ہے اور ادھر یہ حکومت کو الجھا رہے ہیں۔

سوال: 22 اگست کو کراچی میں جو پاکستان مخالف نعرے لگوائے گئے ان کے تناظر میں کیا آپ سمجھتے ہیں کہ انڈیا بلوچستان کارڈ کے ساتھ ساتھ سندھ کارڈ بھی استعمال کر رہا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: سندھ کارڈ استعمال کرتے ہوئے انڈیا کو کافی وقت گزر گیا ہے، ایم کیو ایم کے ذریعے بھی اور کسی زمانے میں الذوالفقار بنی تھی تو پیپلز پارٹی کے ذریعے بھی۔ اب ایم کیو ایم کے ذریعے ''را'' کے ایجنٹ داخل کیے ہوئے ہیں جو ملک دشمنی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ 22 اگست کو ایم کیو ایم کے بانی کی تقریر سے جو لاوا پھٹا ہے اس کی وجہ سے لوگ ان کے خلاف ہوئے ہیں اور ایم کیو ایم کو الطاف حسین سے علیحدگی کا اعلان کرنا پڑا ہے۔ لیکن میرے تجزیہ کے مطابق یہ علیحدگی منافقانہ، جعلی اور نمائشی ہے جو وقتی طور پر حالات کو سنبھالا دینے کے لیے ہے۔ جیسا کہ ابھی دوبارہ بیان آ گیا ہے ندیم سہیل کا کہ رابطہ کمیٹی کے لیے مائنس ون فارمولہ قابل قبول نہیں ہے جس پر فاروق ستار نے انہیں رابطہ کمیٹی سے فارغ کرنے کا اعلان کیا ہے لیکن جب وہ فاروق ستار کی رابطہ کمیٹی کے رکن تھے ہی نہیں تو پھر فارغ کرنے کا مطلب؟ وہ تو لندن رابطہ کمیٹی کے رکن تھے اور ہیں۔ اس کا واضح مطلب ہے کہ علیحدگی کا اعلان فراڈ ہے جو اہل نظر سے چھپ نہیں رہا۔ اس پر افسوس کی بات یہ ہے کہ مرکزی اور صوبائی حکومتیں ایم کیو ایم کو تحفظ دے رہی ہیں، کسی کے خلاف کوئی مقدمہ قائم نہیں کیا گیا۔ اس کے باجود کہ الطاف حسین کا وہی طرزِ عمل ابھی تک برقرار ہے۔ سکاٹ لینڈ یارڈ کو جو عرض داشت دی گئی ہے وہ بھی بڑی ڈھیلی ڈھالی سی ہے۔ خواجہ اظہار الحسن کی گرفتاری پر کس طرح مرکزی حکومت ان کے دفاع پر اُتر آئی ہے حالانکہ ان پر مقدمات ہیں اور عدالت کے حکم پر انہیں گرفتار کیا جا سکتا ہے۔

> بھارت نے جس طرح مکتی باہنی کو کھڑا کر کے بنگال کو علیحدہ کیا اب اسی طرح وہ براہمداغ بگٹی کو اپنی شہریت دے کر اور اس کو سپورٹ کر کے بلوچستان کا مسئلہ کھڑا کر رہا ہے۔

سوال: آپ برطانوی حکومت کے بارے میں کیا کہیں گے جو الطاف کے خلاف سارے ثبوت موجود ہونے کے باوجود کیس آگے نہیں بڑھا رہی؟

ایوب بیگ مرزا: دیکھیے! الطاف حسین ایم آئی سکس کے ہی پروردہ ہیں تو برطانوی حکومت ان کے خلاف اقدام کیوں کرے گی بلکہ امریکہ اس حوالے سے برطانوی حکومت کے ذریعے پاکستان کو بلیک میل کرتا رہا ہے اور پاکستان دشمنی کے لیے ایم کیو ایم کو استعمال کرتے رہے ہیں۔ کیا کوئی برطانوی پاکستان میں بیٹھ کر برطانیہ ہی کے خلاف بات کرے گا تو وہ برداشت کرے گا؟ اسی طرح ہمیں بھی کھل کر برطانیہ سے اس حوالے سے بات کرنی چاہیے اور اپنے تمام وسائل بروئے کار لا کر غداروں کو کیفرِ کردار تک پہنچانا چاہیے۔

سوال: پاکستان میں الطاف کے خلاف دفعہ 6 کے تحت مقدمہ درج ہو سکتا تھا تو درج کیوں نہیں کیا گیا؟

ایوب بیگ مرزا: الطاف کے خلاف بھی اور جنہوں نے پاکستان میں مردہ باد کے نعرے لگائے ان کے خلاف بھی مقدمہ قائم ہو سکتا تھا لیکن نہیں ہوا۔ صرف معافی مانگنے سے مسئلہ نہیں حل ہوتا۔ کوئی شخص کسی کو قتل کرنے کے بعد معافی مانگ لے یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔ ریاست کے خلاف نعرے لگائے ہیں تو ریاستی آئین کے تحت انہیں سزا ملنی چاہیے۔ حکومت اپنے طور پر انہیں معاف نہیں کر سکتی۔

سوال: کیا ایسا نہیں ہے کہ اس نازک وقت میں بھی جبکہ ملکی سلامتی کا معاملہ درپیش ہے ہماری حکومت اور فوج میں دوری محسوس ہو رہی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: میں سمجھتا ہوں کہ اُڑی کے واقعہ سے پہلے یہ دوری بہت خطرناک حد تک پہنچ چکی تھی لیکن اس کے بعد چند باتیں ایسی سامنے آئی ہیں جن سے محسوس ہوا ہے کہ اب یہ دوری کچھ کم ہوئی ہے۔ مثلاً آرمی چیف نے نیویارک میں موجود وزیراعظم سے فون پر رابطہ کیا ہے جو اس بات کی نشانی ہے کہ انہوں نے تمام اختلافات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ملک کے وزیراعظم کو تازہ ترین صورت حال سے آگاہ کیا ہے۔

سوال: ہم دیکھتے ہیں کہ بھارتی حکومت، سیاست دان اور میڈیا مل کر پاکستان کے خلاف پُرزور مہم چلا رہے ہیں جبکہ یہاں پر میڈیا ابھی تک ہندو کلچر کو پروموٹ کر رہا ہے اور سیاستدان بھی خاموش ہیں، عوام بھی اُلجھن میں ہیں، یہاں ابھی تک انڈین فلمیں اور ڈرامے دکھائے جا رہے ہیں۔ جبکہ کشمیر میں اب بھی پاکستان زندہ باد کے نعرے لگ رہے ہیں اور وہ اپنے شہداء کو پاکستانی پرچم میں لپیٹ کر دفن کرتے ہیں۔ کیا یہ بات ہمارے لیے شرمناک نہیں کہ ہم ابھی تک اس ملک میں اس چیز کو واضح نہیں کر پائے کہ ہم آخر انڈیا سے الگ کیوں ہوئے تھے؟

ایوب بیگ مرزا: کشمیری پاکستان زندہ باد کے ساتھ ساتھ پاکستان سے رشتہ کیا لا الٰہ الا اللہ کا نعرہ بھی لگاتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب تک پاکستان میں کلمہ طیبہ عملی طور پر نافذ نہیں ہوگا تو یہ رشتہ کیسے قائم ہوگا؟ کشمیر کا معاملہ بھی اس وقت نہیں سلجھ سکے گا جس وقت تک ہم واقعی یہاں لا الٰہ الا اللہ کو عملی طور پر نافذ نہ کر دیں۔ ہم نے پاکستان اس لیے بنایا تھا کہ ہم اس کو اسلامی فلاحی ریاست بنائیں گے اور ہم چل پڑے اس کے بالکل برعکس۔ دوسری طرف یعنی عملی طور پر سیکولر ریاست بنانے۔ اسی کے نتائج ہیں جو ہم خارجی سطح پر بھی اور داخلی سطح پر بھی بھگت رہے ہیں۔ آج دشمن جن نسلی، لسانی اور علاقائی تعصبات کو ہوا دے رہا ہے وہ وہی ہیں جن کی اسلام نے نفی کی تھی۔ اگر ہم یہاں اسلام نافذ کر دیتے اور اسلامی اخوت کے رشتے میں بندھ جاتے تو دشمن کو موقع ہی نہ ملتا کہ وہ ہمارے اختلافات کو اتنی ہوا دے سکتا۔ میں تو یہاں تک کہوں گا کہ اگر پاکستان نے اپنی بنیاد اسلام پر رکھی ہوتی تو مشرقی پاکستان کبھی الگ ہو کر بنگلہ دیش نہ بنتا۔

> قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

مہاجر اب کیا کریں؟

محمد سمیع

ایک دانشور صحافی کو بہت دور کی سوجھی جب اس نے اپنے کالم میں اس بات کا اظہار کیا کہ مہاجروں نے قیام پاکستان کے لیے کوئی قربانی نہیں دی بلکہ پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد دوران ہجرت انہیں مصائب سے گزرنا پڑا۔ یہ مہاجروں کی قربانیوں کی نفی کا ایک انداز ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اس کے باوجود کہ ہندوستان کے اان اقلیتی صوبوں کے مسلمانوں کا اس کا علم تھا کہ ان کا علاقہ پاکستان میں شامل نہیں ہوگا ، انہوں نے تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ان کا ووٹ شامل نہ ہوتا تو شاید پاکستان کا وجود میں نہ آتا۔ پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد یہ ان کا حق تھا کہ وہ اپنے خوابوں کی سرزمین کو ہجرت کرتے۔انہوں نے نہ صرف یہ کہ اپنے آباءواجداد کے علاقے کو خیر باد کر کے پاکستان کو ہجرت اختیار کی بلکہ خواہ وہ مشرقی پاکستان ہو یا مغربی پاکستان ، انہوں نے نوزائیدہ ملک کا نظم ونسق بھی سنبھالا اور ان دونوں صوبوں کی معاشی ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ایوب خان کے دور حکومت میں جب سول ملازمین کو نکالا گیا تو اس میں مہاجر بھی شامل تھے۔صرف اس پر ہی بس نہیں کیا گیا بلکہ فرزند زمین son of the soil کا قانون بھی اسی دور میں نافذ کر کے مہاجروں کو شہری حقوق کے حوالے سے قومی دھارے سے الگ کر دیا گیا۔ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں کوٹا سسٹم نافذ کر کے تعلیم اور ملازمت کے میدان میں ان کے آگے رکاوٹ کھڑی گئی جو صرف دس سال کے لیے نافذ ہوا تھا جس پر توسیع کی جاتی رہی تا آنکہ 2013 کے بعد اس کی توسیع نہ ہونے کی وجہ سے یہ قانون ختم ہو چکا ہے لیکن اس پر عمل درآمد تا حال جاری ہے۔ان کے ساتھ ہر اعتبار سے امتیازی سلوک روا رکھا جاتا رہا جس کے نتیجے میں ان میں احساس محرومی کا پیدا ہونا ایک فطری امر تھا۔اس احساس محرومی کا ایک دوسرے آمر نے اپنے سیاسی مفادات کے لیے استحصال کرنے کی خاطر مہاجر قومی موومنٹ کی بنیاد ڈالی۔کراچی اپوزیشن شہر کا کردار ادا کر رہا تھا۔اس وقت تک جتنی تحریکیں حکومتوں کے خلاف اٹھیں ان میں کراچی نے سب سے اہم رول ادا کیا تھا۔لہٰذا شہر کے اس کردار کو ختم کرنے کے لیے تاکہ یہاں کے باشی متحد نہ رہ سکیں، ایم کیو ایم کی بنیاد ڈالی گئی۔سوال یہ ہے کہ کیا ایم کیو ایم کی باگ ڈور سنبھالنے والے لیڈران کو اس کا ادراک نہیں تھا کہ انہیں آلۂ کار کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے اور آلۂ کار، آلۂ کار ہی ہوتا ہے، اسے کبھی سر پر بٹھایا نہیں جاتا۔کیا ان کے سامنے بنگلہ دیش کے مہاجروں کو اپنی حب الوطنی کی جو سزا بھگتنی پڑ رہی تھی اور پڑ رہی ہے ، وہ ان کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی نہیں تھا۔چلیے آپ نے اپنے تئیں بہت اچھا کیا کہ ایم کیو ایم کی بنیاد ڈالی۔

ایم کیو ایم نے اپنے منشور میں تین باتوں کا اعلان کیا۔مہاجر قومیت کو تسلیم کیا جائے۔کوٹا سسٹم ختم کیا جائے اور محصورین بنگلہ دیش کو وطن منتقل کیا جائے۔اس نے مہاجروں کے دلوں کی آواز کا کام دیا اور لوگ جوق در جوق ایم کیو ایم میں شامل ہوئے۔لیکن تین عشرے گزرنے کے بعد بھی ان میں سے کوئی کام بھی پورا نہیں ہوا۔اس کے باوجود کہ ایم کیو ایم نے سرائیکی اور ہزارہ صوبے کی حمایت میں آواز اٹھائی لیکن جن کی حمایت میں یہ آگے بڑھے، انہوں نے کبھی مہاجر قومیت کو تسلیم کیے جانے کی حمایت نہیں کی۔کوٹا سسٹم کے خاتمے کے لیے بظاہر کوئی کام نہیں ہوا۔ایم کیو ایم متحدہ قومی موومنٹ بننے کے بعد ایک قومی جماعت بن چکی تھی۔اس لیے یہ اس پوزیشن میں نہ رہی کہ کوٹا سسٹم کے خاتمے کے لیے آواز بلند کر سکے۔محصورین بنگلہ دیش کے لیے جب پوری قوم کو کوئی ہمدردی نہیں رہی تو ایم کیو ایم کو کیا پڑی تھی کہ ان کی وطن منتقلی کے لیے آواز بلند کرتی۔جو مہاجر دوسری مہاجرت اختیار کر کے پاکستان پہنچے، ان کے ساتھ شناختی کارڈ کے حوالے سے جو رویہ نادرا نے اختیار کیا ہوا ہے، اس کے خلاف بھی ایم کیو ایم نے کچھ نہیں کیا۔

بہر حال، ایم کیو ایم کو ہر مہاجر کے گھر سے کارکن ملے۔اس جماعت میں بڑی خوبیاں تھیں لیکن ان ساری خوبیوں پر پانی پھیر دیا ایم کیو ایم کی فاشسٹ پالیسیوں نے۔الطاف حسین کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ کارکنوں سے براہ راست رابطے میں رہا جس کے نتیجے میں مہاجر نوجوان اس کے لیے اپنی جانیں قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔اسی کا مظہر یہ نعرے تھے کہ ہمیں منزل نہیں رہنما چاہیے اور ہم نہ ہوں ہمارے بعد الطاف اور قائد کا جو غدار ہے وہ موت کا حق دار ہے۔ہوتا یہ ہے کہ ہر جماعت کے کارکنوں کی تربیت کے نتیجے میں ان میں ایک خاص رویہ پیدا ہو جاتا ہے۔پیپلز پارٹی کے جیالوں کی اپنی شان ہے۔مسلم لیگ کے متوالے ایک خاص انداز رکھتے ہیں اور اب عمران خان کے کارکنان کا ایک خاص جارحانہ انداز ہے۔جب یہ رویئے مستحکم ہو جاتے ہیں تو اگر پارٹی لیڈر چاہے بھی تو ان کے رویوں میں کوئی تبدیلی برپا نہیں کر سکتا۔جب ایم کیو ایم کے کارکنان میں فاشسٹ رویہ پیدا ہوا تو اس کے لیڈر کے لیے بھی ممکن نہیں رہا کہ وہ انہیں کنٹرول کر سکے۔ایم کیو ایم کے کارکنان پارٹی پر اس طرح چھا گئے کہ الطاف حسین کے لیے ممکن نہیں رہا کہ وہ ان سے جان چھڑا لے۔ورنہ مسئلے کا حل بہت آسان تھا۔ایم کیو ایم اپنے جنگجوؤں سے پیچھا چھڑا کر ایک نارمل سیاسی جماعت بن سکتی تھی اور یہی حکام کو مطلوب تھا۔لیکن پارٹی تو ان جنگجوؤں کے ہاتھوں یرغمال بن چکی ہے۔اسی کے نتائج ہیں جو ایم کیو ایم بھگت رہی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ ہم مہاجر اب کیا کریں؟ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمیں ٹھنڈے دل و دماغ سے یہ غور کرنا چاہیے کہ ایم کیو ایم کو اپنی لیڈر شپ سپرد کر کے اس کو فائدے زیادہ ہوئے یا نقصانات۔میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ نقصانات کا پلہ بھاری ہے۔پہلی بات تو یہ ہوئی کہ دہشتگردی کا لیبل ہم مہاجروں کی پیشانی پر لگ گیا۔ہم ایم کیو ایم کے علاقوں یعنی کراچی، حیدر آباد، میر پور خاص وغیرہ سے باہر جائیں تو لوگوں کے رویئے سے اس بات کی تصدیق ہو جاتی ہے۔اب تو بات دہشت گردی سے بڑھ کر غداری تک جا پہنچی ہے۔اگر اب بھی ہم مہاجر پاکستان مردہ باد کا نعرہ لگانے والوں کا ساتھ دیں گے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم غداروں کی تائید کر رہے ہیں جس کے بارے میں ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔

ہمیں آپس میں لڑایا گیا اور اس کے نتیجے میں ہم اپنے ہزاروں نوجوانوں کو کھو چکے۔نوجوانوں کو جرائم کی طرف مائل کیا گیا۔نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارے نوجوان تعلیم سے بے گانہ ہو گئے جو گزشتہ کئی برسوں کے امتحانی نتائج سے ظاہر ہوتا ہے۔

اس وقت ہمارے سامنے تین جماعتیں ہیں۔

ایک ایم کیو ایم حقیقی۔ دوسری متحدہ قومی موومنٹ اور تیسری پاک سرزمین پارٹی۔ اگر ہم مہاجر ہی رہنا چاہتے ہیں تو ہمیں ان میں سے کسی ایک جماعت کو سپورٹ کرنا پڑے گا۔ ایم کیو ایم حقیقی کی کارکردگی ہمارے سامنے ہے۔ متحدہ قومی موومنٹ کو سپورٹ کرکے ہمیں جو نقصان پہنچا اس کا اجمالی ذکر اوپر کے سطور میں آچکا ہے۔ پاک سرزمین پارٹی وطن پرستی کی دعوت دے رہی ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ ایم کیو ایم کے ان لوگوں کو بھی اپنی پارٹی میں شامل کررہی ہے جو جرائم میں ملوث رہے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ یہ پارٹی ایسے لوگوں کو بھٹکے ہوئے قرار دے رہی ہے اور اس بات کے لیے کوشاں ہے کہ حکومت ان کے لیے عام معافی کا اعلان کرے۔ اب نہیں معلوم کہ حکومت اس کے مطالبے کو مانتی ہے یا نہیں اور اگر مانتی بھی ہے تو اس پروسس میں کتنا عرصہ لگے گا، اس کا کوئی اندازہ نہیں۔

دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ ہم مہاجر یہ فیصلہ کرلیں کہ ہم کسی ایک پارٹی کو ترجیح نہیں دیں گے بلکہ جس طرح اس وقت مختلف قومی سیاسی و مذہبی جماعتوں میں ہمارے لوگ اپنا کردار ادا کررہے ہیں، ہم بھی اسی راستے پر چلنے کا فیصلہ کرلیں۔ البتہ ہم اپنے نوجوانوں سے یہ ضرور کہیں گے کہ مہاجر کاز جو ایک چھوٹا سا کاز ہے، اس کے لیے اتنی قربانیاں دیں اور اس کے باوجود انہیں اپنا مقصد حاصل نہیں ہوسکا، کیوں نہ ایک بڑے مقصد کے لیے اپنی توانائیوں کو وقف کردیں۔ وہ مقصد وہی ہے جو پاکستان کے قیام کا مقصد تھا یعنی ایک اسلامی ریاست کا قیام جہاں لوگ اسلام کے نظام عدل اجتماعی سے مستفید ہوسکیں۔ بدقسمتی سے ہمارے قائدین اس مقصد کو فراموش کربیٹھے ہیں الا ماشاء اللہ۔ ہمارے نوجوان جس طرح ایم کیو ایم کے پلیٹ فارم پر ایک پریشر گروپ بن گئے تھے، اسی طرح وہ اس مقصد کے لیے قائم جماعتوں میں سے کسی ایک میں جس کے بارے میں انہیں یقین حاصل ہوجائے کہ یہ انتہائی خلوص کے ساتھ اس جدوجہد میں مصروف ہے، شامل ہوکر اسے ایک پریشر گروپ بنائے تاکہ یہاں اسلامی نظام نافذ ہو اور لوگوں کو عدل میسر آئے۔ اگر ہمارے نوجوانوں کی جدوجہد کے نتیجے میں یہاں اسلامی نظام نافذ ہوگیا تو بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کا وہ قول عملی شکل اختیار کرلے گا جس میں انہوں نے فرمایا تھا کہ ہم پاکستان اس لیے حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ اسے اسلام کے اصول حریت واخوت ومساوات پر مبنی ایک اسلامی ریاست کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کرسکیں۔

خواتین کا دائرہ کار انسان سازی یا کہ ہوابازی؟

ڈاکٹر ضمیر اختر خان
zamirakhtarkhan@yahoo.com

ایک اخباری خبر کے مطابق دو بہنوں، مریم مسعود اور ارم مسعود، نے پی آئی اے کا سب سے بڑا جہاز بوئنگ 777 اُڑا کر ایک ایسا عظیم کارنامہ انجام دیا ہے کہ جس سے پوری قوم کا سر فخر سے بلند ہوگیا ہے۔ قوم کی سرفرازی وسربلندی کا یہ طریقہ نظریۂ پاکستان یعنی دین اسلام سے کتنا ہم آہنگ ہے۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ کے حکم: وقرن فی بیوتکن (اور گھروں میں سکون سے بیٹھو) سے ملاحظہ کیا جاسکتا ہے جو کہ خالق ومالک نے ایمان والی خواتین کو دیا ہے۔ جن کے سامنے یہ احکام نہیں ہیں یا وہ ان احکام کو خاطر میں نہیں لاتے اور خود کو جدیدیت (Modernism) کے علمبردار سمجھتے ہیں اور آزادیٔ نسواں کے حمایتی ہیں، ان کا ایسے کارناموں پر خوش ہونا تو سمجھ میں آتا ہے مگر ہمیں حیرت ان لوگوں کے طرزِ عمل پر ہورہی ہے جو اسلامی احکام کی تنفیذ کے مدعی ہیں۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ اس راہ مستقیم کی طرف رہنمائی کرنے والے بھی دنیا پرستوں کے معیار ترقی سے متاثر ہوگئے ہیں اور وہ دو بہنوں کے ہوائی جہاز اُڑانے کو عظیم تاریخی کارنامہ قرار دے کر ان کو خراج تحسین پیش کرنے میں سرگرم ہیں۔ اس ضمن میں ایک بڑی دینی جماعت کے رہنما نے بڑے فخر سے قوم کو مبارک باد پیش کی ہے۔ گویا قوم کی بیٹیوں کو قابل تقلید مثال مل گئی ہے اور اب قوم ترقی کی منازل بڑی تیزی سے طے کرے گی۔

قوم نے سربلندی اور ترقی کی جن راہوں کا انتخاب دنیا پرستوں کی تقلید کرتے ہوئے کیا ہے، وہ اس صراط مستقیم سے مختلف ہے جو انبیاء علیہم السلام کے ذریعے اللہ جل شانہ نے انسانوں کے لیے ازل سے طے کیا تھا۔ اس ازلی پروگرام کے آخری ایڈیشن قرآن مجید فرقان حمید میں خواتین کا جو کردار بیان ہوا ہے وہ اس سے بہت مختلف ہے۔ جس پر ہمارے ملک کے دین بے زار خوش ہورہے ہیں اور بدقسمتی سے دین دار بھی نادانستہ طور پر مسرور ہیں۔ اس کے مطابق خالق جن وانس نے خواتین کے سپرد جو عظیم کام کیا وہ ہوابازی نہیں، انسان سازی ہے۔ انسانی تمدن کی بنیاد اور انسان کی فلاح وترقی کا انحصار اس بات پر ہے کہ مرد اور عورت اپنے طے شدہ حدود کار میں رہ کر اپنا اپنا کردار ادا کریں۔ جہاں حدود سے تجاوز ہوگا وہ ترقی نہیں تنزلی کہلائے گی۔

کچھ ناسمجھ لوگوں کو عورت کا انسان سازی والا کردار کمتر نظر آتا ہے چنانچہ وہ اسے گھسیٹ کر زندگی کے ان شعبوں میں بھی لے آئے ہیں جہاں وہ کچھ کارکردگی تو دکھاتی ہے مگر اس کا جو اصل اور بڑا کردار ہے وہ بُری طرح متاثر ہوجاتا ہے۔ وہ ترقی کے شوق میں یہ بھول جاتے ہیں کہ عورت کے ذمہ گھر کی چار دیواری سے باہر کے کام دراصل اس کے اوپر دوہرا بوجھ لادنے کے مترادف ہے۔ عورت کا اصل رول تمدن کی بنیاد یعنی خاندانی نظام کو محفوظ ومستحکم بنانا ہے۔ وہ اگر اس عظیم کام سے دستبردار ہوجائے تو وہ ہواؤں میں بھی اڑے تو یہ محض ایک شعبدہ بازی ہوگی، اس کا حقیقی قومی وملی ترقی سے کوئی سروکار نہیں ہوگا۔ ہمارے جو دینی رہنما شوق بیان بازی میں قوم کی بیٹیوں کے ہوابازی کے فن کے مظاہرے پر خوش ہوکر انہیں داد دے رہے ہیں، وہ ذرا علامہ اقبال کے افکار پر ایک نظر ڈال لیں کہ وہ کیا کہتے ہیں؟

ہمارے نام نہاد دینی جماعت کے رہنما کے برعکس اقبال عورتوں کے لیے وہی طرز حیات پسند کرتے تھے جو صدر اسلام میں پایا جاتا تھا، جس میں عورتیں مروجہ برقع کے نہ ہوتے ہوئے بھی شرم وحیا اور احساس عصمت وعفت میں آج سے کہیں زیادہ آگے تھیں، اور شرعی پردے کے ساتھ ساتھ اپنی حدود میں زندگی کی تمام سرگرمیوں میں حصہ لیتی تھیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مسلمان عورت کو پردہ کے اہتمام کے ساتھ بھی معاشرہ اور زندگی میں اس طرح رہنا چاہیے کہ اس کے نیک اثرات معاشرہ پر مرتب ہوں اور اس کے پرتو سے حریم کائنات اس طرح روشن رہے، جس طرح ذات باری تعالیٰ کی تجلی حجاب کے باوجود کائنات پر پڑرہی ہے (فارسی شعر کا مفہوم)۔ اقبال دنیا کی سرگرمیوں کی اصل ماؤں کی ذات کو قرار دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ان کی ذات امین ممکنات اور انقلاب انگیز مضمرات کی حامل ہے۔

جہاں را محکمی از امہات است
نہادِ شاں امینِ ممکنات است

جو قومیں ماؤں کی قدر نہیں کرتیں ان کا نظام زندگی سنبھل نہیں سکتا

اگر ایں نکتہ را قومے نداند
نظام کاروبارش بے ثبات است

اقبال قوموں کی تاریخ اور ان کے ماضی و حال کو ان کی ماؤں کا فیض قرار دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ماؤں کی پیشانیوں پر جو لکھا ہوتا ہے وہی قوم کی تقدیر ہوتی ہے۔ وہ ملت کی خواتین کو دعوت دیتے ہیں کہ ملت کی تقدیر سازی کا کام کریں (جو ہوابازی سے لاکھ گنا بڑا اور کٹھن کام ہے) اور ملت کی شام الم کو صبح بہار سے بدل دیں اور وہ اس طرح کہ گھروں میں قرآن کا فیض عام کریں جیسے سیدنا عمرؓ کی ہمشیرہ نے اپنی قرآن خوانی سے ان کی تقدیر بدل دی تھی۔ اقبال معاشرتی و عائلی زندگی میں ماں کے مرکزی مقام کے قائل ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ خاندانی نظام میں جذبۂ امومت (Motherhood) اصل کا حکم رکھتا ہے اور اسی کے فیض سے نسل انسانیت کا باغ لہلہاتا رہتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ جس طرح گھر سے باہر کی زندگی میں مردوں کو فوقیت حاصل ہے، اسی طرح گھر کے اندر کی سرگرمیوں میں عورت اور خصوصاً ماں کی اہمیت ہے۔ اس لیے کہ اس کے ذمہ نئی نسل کی داشت پرداخت اور دیکھ بھال ہوتی ہے۔ انسان کا پہلا مدرسہ ماں کی گود ہوتی ہے۔ ماں جتنی مہذب، شائستہ اور بلند خیال ہوگی بچے بھی اتنی ہی قابل فخر تربیت پاسکیں گے۔

اقبال کے افکار پر غور کریں کہ وہ عورت کے اصل کردار کو کس طرح سمجھتے ہیں۔ اگر ان افکار کی روشنی میں عورت کا کردار تشکیل پائے تو ایک ایک ماں کی گود میں درجنوں اعلیٰ پائے کے ماہر ہوا باز پیدا ہوں گے۔ عقل تقاضا کرتی ہے کہ صرف دو ہوابازوں، اور وہ بھی نرم و نازک، کی بجائے قوم کو کئی سخت جسم وجان کی صلاحیتوں کے مالک دیر تک ہوابازی کے لیے فٹ رہنے والے مرد ہواباز (Pilots) چاہیے۔ ہم قوم اور بالخصوص دینی جماعت کے محترم رہنما کی خدمت میں عرض کریں گے کہ وہ قرآن وسنت کی تعلیمات کو اقبال کے فہم وبصیرت کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کریں، ان شاء اللہ ان پر حقیقت واضح ہوگی۔ دیکھیے! اقبال کس طرح ارشاد رسول ﷺ کو اپنے کلام میں لاکر اپنے موقف کو سند مہیا کر رہے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ((لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمُ امْرَأَةً)) (وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پاسکتی جس نے حکومت عورت کے سپرد کی)۔ اس کی ترجمانی کرتے ہوئے اقبال کہتے ہیں:

نے پردہ ، نہ تعلیم، نئی ہو کہ پرانی
نسوانیتِ زن کا نگہباں ہے فقط مرد
جس قوم نے اس زندہ حقیقت کو نہ پایا
اس قوم کا خورشید بہت جلد ہوا زرد

اخیر میں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ اقبال سیدۃ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ملت اسلامیہ کی ماؤں کے لیے مثالی خاتون سمجھتے ہیں، اور جگہ جگہ ان کی اتباع کی تاکید کرتے ہیں، کہ وہ کس طرح چکی پیستے ہوئے بھی قرآن پڑھتی تھیں اور گھریلو کاموں میں مشکیزہ تک اٹھانے پر صبر فرماتی تھیں۔ اقبال کے خیال میں سیرت کی اسی پختگی سے حضرات حسنین ان کی آغوش سے نکلے۔

بتولےؓ باش و پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیرےؓ بگیری

(بتول رضی اللہ عنہا بن کر زمانہ کی حاضر کی نگاہ بد سے اوجھل ہو جاؤ (یعنی پردہ اختیار کرلو) تاکہ تم آغوش میں ایک شبیر کو پال سکو)

❁❁

بقیہ: منبر و محراب

اوقات یہ آزمائش دوطرفہ ہوتی ہے یعنی کفار ومشرکین کو بھی آزمایا جاتا ہے اور ان کے ذریعے مسلمانوں کو بھی آزمایا جاتا ہے۔ چنانچہ مکہ معظمہ میں بھی یہ دوطرفہ آزمائش ہو رہی تھی۔ چنانچہ مکی دور میں اللہ کا خطاب آپ ﷺ سے ہوتا تھا لیکن پیغام تمام مسلمانوں کے لیے بھی ہوتا تھا۔ آیت درجہ بالا میں یہی پیغام ہے کہ ابھی ان کفار کو مزید تھوڑی مہلت دیں۔ یہ تمام سختیاں مکی دور کے وسط میں تھیں اور سن آٹھ ہجری میں مکہ فتح ہوا۔ پھر سب نے دیکھا کہ اللہ کا دین غالب ہوگیا اور نقشہ بالکل بدل گیا۔ کل تک مسلمانوں کو ستانے والے اب مسلمانوں کے رحم وکرم پر تھے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ سچے مسلمان پر آزمائش ضرور آتی ہے لیکن اس آزمائش میں کامیابی صرف ثابت قدم رہنے میں ہے اور ثابت قدم رہنے کے لیے قرآن سے راہنمائی حاصل کرنا نہایت ضروری ہے۔ یہی واحد راستہ آج بھی تمام مسلمانوں کے لیے ذلت اور پستی سے نکلنے کا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

❁❁

غلبہ و اقامتِ دین کی جدوجہد کا حدی خواں | تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ میثاق لاہور

اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

شمارہ اکتوبر 2016 — محرم الحرام ۱۴۳۸ھ

مشمولات

☆ اداریہ — ایوب بیگ مرزا
☆ یقین: روحِ سعی وعمل — ڈاکٹر اسرار احمدؒ
☆ تقویٰ کا لباس — ڈاکٹر حافظ محمد زبیر
☆ قرآن کریم کی اصولی باتیں (۱۳) — ڈاکٹر عمر بن عبداللہ المقبل
☆ ڈاکٹر اسرار احمدؒ — مولانا عطاء الحق قاسمی
☆ صبر کے مفہوم کی وسعت اور اس کا صلہ — پروفیسر محمد یونس جنجوعہ
☆ شاہ محمد اسمٰعیل شہید دہلویؒ — عبدالرشید عراقی
☆ اسلام کا سیاسی نظام — شجاع الدین شیخ

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا 'بیان القرآن' باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے!

☆ صفحات: 100 ☆ قیمت فی شمارہ: 30 روپے ☆ سالانہ زر تعاون (اندرون ملک) 300 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور

یوم آزادی پر حلقہ کراچی جنوبی کا دعوتی اجتماع

14 اگست کا دن ہر پاکستانی آزادی کی خوشی کے طور پر مناتا ہے۔ جبکہ نئی نسل قیام پاکستان کے اصل مقاصد سے آگاہ نہ ہونے کی وجہ سے یہ دن ان کے ہاں صرف خوشی اور جشن تک ہی محدود رہتی ہے۔ حالات و واقعات کی روشنی میں اس کے استحکام کو لاحق خطرات اور استحکام کے لیے ذمہ داریوں سے آگاہی دینے کے پیش نظر امیر حلقہ کراچی جنوبی جناب انجینئر نعمان اختر کی ہدایت پر 14 اگست کے دن دعوتی اجتماع کے انعقاد کا اہتمام کیا گیا۔ یہ اجتماع مقامی تنظیم لانڈھی کی میزبانی میں غازی میرج لان لانڈھی میں منعقد ہوا۔ جس کی تشہیر کے لیے بینرز علاقے کے نمایاں مقامات پر آویزاں کیے گئے۔ اس کے ساتھ ہینڈ بلز بھی تیار کیے گئے جو دعوتی ملاقاتوں میں احباب تک پہنچائے گئے۔

اجتماع کے آغاز میں رفقاء کے سامنے دعوت کے فضائل اور آداب کا بیان ہوا جس کی ذمہ داری مقامی ناظم تربیت توحید خان نے ادا کی۔ اس کے بعد رفقاء گروپس کی شکل میں رہبر کی رہنمائی میں اہل علاقہ سے دعوتی ملاقاتوں کے لیے روانہ ہوئے۔ یہ ملاقاتیں اذان عصر تک جاری رہیں۔ اس دوران پروگرام کے ہینڈ بلز اور مرکز کی جانب سے آنے والا سہ ورقہ ''استحکام پاکستان اور ہماری ذمہ داری'' بھی تقسیم کیا گیا۔ نماز عصر کے بعد رفقاء و احباب و خواتین اجتماع گاہ میں جمع ہونا شروع ہوئے۔ اجتماع کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا جس کا شرف رفیق تنظیم حافظ محمد لقمان کو حاصل ہوا۔ تلاوت کے بعد اجتماع کے مقرر امیر حلقہ کراچی جنوبی جناب انجینئر نعمان اختر نے ''استحکام پاکستان اور ہماری ذمہ داری'' کے موضوع پر فکر انگیز خطاب فرمایا۔ انہوں نے پاکستان کو لاحق خدشات اور اندرونی و بیرونی دشمنوں کی سازشوں اور جدیدیت پسند دانشوروں اور سیاستدانوں کی قیام پاکستان کی اساس کو کمزور کرنے کی سازشوں کو بے نقاب فرمایا۔ اس کے ساتھ ساتھ حاضرین کو آزادی کی کوششوں اور قیام پاکستان کے مقاصد قائدِ اعظمؒ کے فرمودات کی روشنی میں واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ملک نفاذ اسلام کا نعرہ لگا کر بنا ہے اور اس کا استحکام اسی صورت میں ممکن ہے کہ یہاں اسلام کی مکمل تعلیمات کو نافذ کیا جائے۔

لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اس ملک کو صحیح معنوں میں اسلامی ریاست بنانے کے لیے اپنا تن من دھن قربان کریں اور اس کا آغاز اپنی ذات سے کرنا ہوگا۔ موضوع کی مناسبت سے بانی محترم کے دو کتابچے اور ایک DVD کا سیٹ تیار کیا گیا تھا جسے شرکاء میں ہدیۃً تقسیم کیا گیا۔ اس پروگرام کو تقریباً 325 حضرات وخواتین نے سماعت کیا۔ امیر حلقہ کی دعا کے ساتھ اذانِ مغرب پر اجتماع کا اختتام ہوا۔ اللہ ہم سب کی اس سعی کو قبول فرمائے۔ آمین!

(رپورٹ: محمد ہاشم)

انجمن خدام القرآن فیصل آباد کے زیر اہتمام فری ملٹی میڈیا کورس

انجمن خدام القرآن فیصل آباد کے زیر اہتمام (چوتھا) پندرہ روزہ فری ملٹی میڈیا کورس کا آغاز یکم اگست سے کیا گیا۔ طلبہ نے بھرپور شرکت کی، اس کورس میں پڑھائے جانے والے مضامین میں ان پیج، کورل ڈرا، اَڈوب فوٹو شاپ، اَڈوب پریمیئر، اَڈوب آفٹر افیکٹ، اَڈوب اَیڈیشن، کیمرہ ورک، سیٹ ڈیزائننگ شامل تھے۔ ان ڈور، آوٹ ڈور شوٹنگ اور ان کی تکنیک بھی سکھائی گئی۔ ان تکنیک کے ساتھ ساتھ طلبہ کی دینی وروحانی تربیت بھی کی گئی۔ صدر انجمن ڈاکٹر عبدالسمیع نے سیرت النبی ﷺ اور بنیادی دینی موضوعات پر لیکچرز دیے۔ کورس کے اساتذہ حکیم سعید مختار، ملک خالد محمود، شیراز اسلم اور اسد الرحمٰن (راقم) تھے اور کورس کے روح رواں شعبہ کے انچارج حکیم سعید مختار تھے۔ News Beat پڑھانے کے لئے city41 چینل کے رپورٹر شیراز بٹ بھی آتے رہے، الحمدللہ شیراز بٹ صاحب قرآن اکیڈمی فیصل آباد میں ہونے والے 4 ماہ کے رجوع الی القرآن کا بھی حصہ رہ چکے ہیں۔ طلبہ کو بتایا گیا کہ ملٹی میڈیا کے ذریعے اسلام دشمن قوتیں کس طرح نوجوان نسل کی ذہن سازی کر رہی ہے اور میڈیا کے اندر Miss Conception کس طرح پھیلایا جا رہا ہے۔

پروگرام کے اختتام پر طلبہ نے سٹیج پر آ کر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ طلبہ نے کورس کے دوران سیکھے جانے والے پروگرامز کی باقاعدہ Encoding کی اور Presentation کے ذریعے سامعین کے سامنے اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔ مہمان خصوصی اسلامک میڈیا کے ڈائریکٹر خالد مجید تھے، انہوں نے میڈیا کے مثبت اور منفی پہلو سٹوڈنٹس پر واضح کیے۔ Media Ethics پر بات کرتے ہوئے انہوں نے طلبہ کو ہدایت کی کہ میڈیا کا مثبت استعال کیا جائے۔ ملٹی میڈیا سٹوڈنٹس عام سٹوڈنٹس نہیں ہیں یہ گنتی کے گنے چنے لوگ ہیں کیونکہ ان پر بہت بھاری ذمہ داری آنے والی ہے۔ ملٹی میڈیا کے ذریعے اگر اسلام کی دعوت کا کام کیا جائے تو یہ بھی ایک عبادت ہے۔ آخر میں طلبہ کو میڈیا کارڈ، سرٹیفکیٹ اور انعامات سے نوازا گیا۔ (رپورٹ: اسدالرحمٰن)

تنظیم اسلامی حلقہ ملاکنڈ کے زیر اہتمام سہ روزہ دورہ چترال

24 جولائی 2016ء کو معتمد حلقہ شاہ وارث کی امارت میں تیمر گرہ سے رفقاء چترال کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں مقامی تنظیم واڈی کے امیر جناب حافظ احسان اللہ اور دروش سے نقیب جناب اسرار صاحب بھی شامل ہو گئے۔ چترال پہنچ کر اسرہ چترال کے نقیب جناب شہزادہ ایوب اور قاری ریاض نے رفقاء کو خوش آمدید کہا۔ ظہر کی نماز شاہی مسجد چترال میں ادا کرنے کے بعد مسجد گلوور پہنچے جہاں تنظیم کے رفقاء پہلے سے جمع ہوئے تھے۔ جناب شاہ وارث نے رفقاء سے تنظیمی اُمور پر بات چیت کی۔ بعداز نماز عصر جناب احسان اللہ نے قرآن مجید کے حقوق پر مفصل گفتگو کی جو کہ 60 احباب نے بڑی دلجمعی سے سنا۔ بعد میں جماعت اسلامی کے کچھ حضرات سے ملاقات ہوئی بعداز نماز مغرب اس مسجد میں پھر فرائض دینی کے جامع تصور پر حافظ احسان اللہ نے مدلل خطاب فرمایا۔ پورے کے پورے نمازیوں نے بڑی دلچسپی اور انہماک سے بات سنی۔ بعدازاں اسرہ چترال کے نقیب جناب شہزادہ ایوب کے گھر نماز عشاء ادا کی اور قیام کیا۔ اگلی صبح ساڑھے دس بجے شہزادہ صاحب نے ڈسٹرک بار میں وکلاء سے اسلام اور پاکستان کے موضوع پر مفصل اور مدلل خطاب فرمایا۔ آخر میں سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ احسان اللہ نے بڑے مدلل اور تسلی بخش جوابات دیے۔ اس کے بعد دو رفقاء سے تفصیلی ملاقاتیں ہوئیں۔ جن میں سے ایک پی ٹی آئی میں چلا گیا تھا۔ ملاقات میں اس نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا اور دوبارہ تنظیم میں فعال کردار ادا کرنے کا عندیہ دیا۔ دوسرے رفیق نے بھی از سرِنو تنظیم میں اپنی فعالیت کا عندیہ دیا۔ اللہ تعالیٰ سب شرکاء کو جزائے خیر دے اور ہماری اس سعی کو آخرت کے لیے توشہ اور نجات اُخروی کا ذریعہ بنا لیں۔ آمین

(رپورٹ: سعیداللہ خان)

تنظیم اسلامی فورٹ عباس کا ماہانہ اجتماع

اجتماع جامع القرآن رحمان ٹاؤن فورٹ عباس میں 2 ستمبر 2016ء کو منعقد ہوا۔ سب سے پہلے مقامی امیر فرخ ضیاء نے حدیثِ جبریلؑ کی روشنی میں احسان، قیامت اور اس کی نشانیاں بیان فرمائیں۔ اس کے بعد راقم نے سورہ التغابن کی پہلی دس آیات کی روشنی میں ایمانیات، اعمال صالحہ اور مومن اور کافر کی پہچان اور ان کا ٹھکانہ بیان کیا۔

پھر شاہد مون نے حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ تفصیل سے بیان کی۔ اس کے بعد فرخ ضیاء نے ایمان کی تعریف، اس کی حقیقت، ذرائع ایمان اور اس کے

ثمرات قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح کیے اور آخر میں تمام رفقاء کا شکریہ ادا کیا اور دعا کے بعد یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ اللہ عزوجل ہماری ان کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

(رپورٹ: قمرالدین بھٹی)

حلقہ اسلام آباد کا ایک روزہ سہ ماہی پروگرام

پروگرام 20 اگست 2016ء کو بعد نماز مغرب قرآن کمپلیکس پیہونٹ میں منعقد ہوا۔ ملتزم رفیق علی آصف نے تلاوت قرآن کی سعادت حاصل کی۔ اس کے بعد اسلام آباد شمالی کے رفیق احمر شہباز نے درس حدیث کے ذریعے نبی کریم ﷺ کا پیغام سنایا۔ اس کے بعد اجتماع دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ایک حصہ نظام العمل کے مطابق مشاورتی اجتماع میں تبدیل ہو گیا۔ تمام ذمہ داران اس میں شامل ہوئے اور دوسرے حصے میں مطالعہ لٹریچر کا اہتمام کیا گیا۔ پہلے حصے میں امیر حلقہ ڈاکٹر امتیاز احمد نے اس مشاورتی اجتماع کے غرض وغایت پر مختصر روشنی ڈالی کہ تنظیم کی سطح پر رفقاء کو کس طرح اجتماع اسرہ میں فعال کیا جا سکتا ہے اور اس سلسلے میں ذمہ داران سے تجاویز مانگیں۔ ہر ایک نے اپنی قیمتی آرا کا اظہار کیا۔ یہ اجتماع دو گھنٹے پر محیط تھا۔ مطالعہ لٹریچر کے تحت عمران ریاض نے کتابچہ ’’عزم تنظیم‘‘ کا مطالعہ کروایا۔ رات دس بجے نماز عشاء ادا کی گئی۔ نماز کے بعد سونے کا وقفہ ہوا۔ صبح سوا تین بجے تمام رفقاء انفرادی نوافل اور نماز تہجد کے لئے اُٹھے۔ چار بجے اویس ریاض نے سورۃ النجم کے آخری رکوع پر مفصل درس دیا۔ اس کے بعد نماز فجر ادا کی گئی اور پھر رفقاء کو آرام و ناشتے کا وقت دیا گیا۔ ساڑھے چھ بجے بانی محترم کا خطاب ’’بعثت محمدی ﷺ اور اس کی تکمیل و مسلمان پاکستان کی ذمہ داریاں‘‘ پر ویڈیو خطاب رفقاء کو سنوایا گیا۔ اس خطاب کے بعد نائب ناظم اعلیٰ شمالی پاکستان جناب خالد محمود عباسی نے حالات حاضرہ پر مختصر گفتگو فرمائی اور اس کے ساتھ ساتھ بانی تنظیم کے ویڈیو پروگرام سے متعلق سوالات کے جوابات دیئے۔ آخر میں امیر حلقہ نے اپنے اختتامی کلمات میں تمام شرکاء و ناظمین کا شکریہ ادا کیا۔ دن دس بجے دُعائے مسنونہ پر اس پروگرام کا اختتام ہوا۔ (رپورٹ: رفیق تنظیم اسلامی)

ضرورت رشتہ

☆ آرائیں فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 20 سال، تعلیم ایم اے اسلامیات (جاری)، قد "2.'5 صوم وصلوٰۃ اور پردے کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ اور برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0300-6578646

☆ جہلم کے رفیق تنظیم کی بیٹی، عمر 37 سال، تعلیم بی اے، قد "2.'5 خلع یافتہ کے لیے صوم وصلوٰۃ کے پابند لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0333-5882249

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ — دعائے مغفرت

☆ قلعہ کالروالا کے منفرد رفیق عصمت اللہ کی والدہ وفات پا گئیں

☆ پنجاب شمالی کے مبتدی رفیق طاہر مختار کی ہمشیرہ وفات پا گئیں

☆ منڈی بہاؤالدین کے رفیق خواجہ زاہد فیروز کے بہنوئی وفات پا گئے

☆ بٹ خیلہ کے ملتزم رفیق معظم عباس کی دادی وفات پا گئیں

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے، اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

مرکز تنظیم اسلامی کی جانب سے

مبتدی نصاب کی آڈیو (mp3) ریکارڈنگ

ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب کی آواز میں

کسی بھی ڈیوائس پر دستیاب ہے

- قرآن حکیم اور ہماری ذمہ داریاں
- رب ہمارا
- دنیا کی عظیم ترین نعمت قرآن حکیم
- راہ نجات
- حب رسول ﷺ اور اس کے تقاضے
- عزم تنظیم
- رسول ﷺ انقلاب کا طریقہ انقلاب
- تعارف تنظیم اسلامی
- تنظیم اسلامی کی دعوت
- تنظیم اسلامی کا تاریخی پس منظر
- اسلامی نظم جماعت میں بیعت کی اہمیت
- انفرادی نجات اور اجتماعیت کے لیے قرآن کا لائحہ عمل

ملنے کا پتہ: مرکز تنظیم اسلامی A-67 علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور
فون: (042)36366638-36293939

تیار کردہ: انجمن خدام القرآن فیصل آباد
P-45 قرآن اکیڈمی سعید کالونی نمبر 2 فیصل آباد
فون: (041)2420490-8520869

سانحۂ کربلا — شہیدِ مظلوم رضی اللہ عنہ

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عزیمت وعظمت کی صحیح تصویر

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مناقب اور آپ کی مظلومانہ شہادت کے بیان پر جامع تالیف

- یہود نے عہد صدیقیؓ میں جس سازش کا بیج بویا تھا، آتش پرستانِ فارس کے جوشِ انتقام نے اسے تناور درخت بنا دیا تھا۔
- وہ آج بھی قاتلِ خلیفۂ ثانیؓ ابولولو فیروز مجوسی کی قبر کو متبرک سمجھتے ہیں۔
- علی مرتضیٰؓ کی طرح حضرت حسینؓ بھی قاتلینِ عثمانؓ کی سازش کا شکار ہوئے۔
- سیدالشہداء کون ہیں اور شہیدِ مظلوم کون؟ تاریخی حقائق کو سمجھنے کے لئے

بانی تنظیم اسلامی

محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

کی دو جامع اور مختصر مگر عام فہم اور محققانہ تاریخی کتابوں کا مطالعہ کیجئے

دونوں کتابوں کے سیٹ کی مجموعی قیمت
اشاعت خاص 90 روپے — اشاعت عام 60 روپے
(علاوہ ڈاک خرچ)

مکتبہ خدام القرآن لاہور

36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 3-35869501
email:maktaba@tanzeem.org

Is Israel Pushing for a Palestinian Civil War?

Division within Palestinian society has reached unprecedented levels, becoming a major hurdle on the path of any unified strategy to end Israel's violent occupation or to rally Palestinians behind a single objective. Newly-appointed Israeli ultra-nationalist, Defence Minister Avigdor Lieberman, understands this too well. His tactic since his ascension to office last May is centred on investing more in these divisions as a way to break down Palestinian society even further.

Lieberman is an 'extremist', even if compared with the low standards of the Israeli military. His past legacy was rife with violent and racist declarations. His more recent exploits include taking on the late Mahmoud Darwish, Palestine's most celebrated poet. He went as far as comparing Darwish's poetry – which advocates the freedom of his people – to Adolph Hitler's autobiography, Mein Kampf.

But, of course, this is not Lieberman's most outrageous statement.

Lieberman's past provocations are plenty. Fairly recently, in 2015, he threatened to behead with an axe Palestinian citizens of Israel if they are not fully loyal to the 'Jewish state', advocated the ethnic cleansing of Palestinian citizens of Israel, and made a death ultimatum to former Palestinian Prime Minister, Ismail Haniya.

Outrageous statements aside, Lieberman's latest ploy, however, is the most outlandish yet. Israel's Defence Minister is planning to colour-code Palestinian communities in the Occupied West Bank, dividing them into green and red, where green is 'good' and red is 'bad'; accordingly, the former shall be rewarded for their good behaviour, while the latter collectively punished, even if just one member of that community dares to resist the Israeli Occupation Army.

A version of this plan was attempted nearly 40 years ago, but utterly failed. The fact that such appalling thinking is occurring well into the 21st century without being accompanied by international uproar is baffling. Lieberman's colour-codes will be accompanied by a campaign to resurrect the 'Village Leagues', another failed Israeli experiment to impose an 'alternative' Palestinian leadership by 'engaging' Palestinian 'notables', not democratically-elected leaders.

Lieberman's solution is to manufacture a leadership, which, like the Village Leagues of the 1970s and 80s, will, most certainly, be regarded as collaborators and traitors by the wider Palestinian society. But what is the 'Village Leagues' exactly and will it work this time around?

In October 1978, elected Palestinian mayors, joined by town councillors and various nationalist institutions, began a campaign of mass mobilisation under the umbrella of the National Leadership Committee, whose main objective was to challenge the Camp David Treaty – signed between Egypt and Israel – and its political consequences of marginalising Palestinians. At the time, the Movement was the most elaborate and united network of Palestinians ever assembled in the Occupied Territories. Israel immediately cracked down on the mayors, union leaders and nationalists of various professional institutions. The national response was insisting on the unity of Palestinians in Jerusalem, the West Bank and Gaza, among Christians and Muslims, and Palestinians at home and in 'shattat', or Diaspora. The Israeli response was equally firm. Starting July 2, 1980, an assassination campaign against the democratically-elected mayors ensued. Yet, Camp David and the attempts to eliminate the nationalist leaders in the Occupied

against the democratically-elected mayors ensued. Yet, Camp David and the attempts to eliminate the nationalist leaders in the Occupied Territories, and the increased violence of Jewish extremists in the West Bank inspired mass protests, general strikes and violent confrontations between Palestinian youth and Israeli forces.

The Israeli government moved to dismiss elected West Bank mayors, shortly after it established, in November 1981, a ‘Civilian Administration’ to rule the Occupied Territories directly through its military. The military administration was aimed at sidelining any truly representative Palestinian leadership, and further cementing the Occupation. Once more, Palestinians responded with a general strike and mass mobilisation.

Israel has always vied to construct an alternative leadership for Palestinians. These efforts culminated in 1978, when it established the ‘Village Leagues’, giving its members relatively wide powers, including approving or denying developmental projects in the Occupied Territories. They were armed and also provided with Israeli military protection. But that, too, was doomed to fail as the League members were widely regarded as collaborators by Palestinian communities. A few years later, Israel recognised the artificial nature of its creation, and that Palestinians could not be mobilised to embrace Israel’s vision of permanent military occupation and superficial autonomy. In March 1984, the Israeli government decided to dissolve the ‘Village Leagues’.

Not that Lieberman is an astute student of history, but what does he hope to achieve from this stratagem, anyway? The 1976 municipal elections galvanised Palestinians’ energies to achieve unity; they rallied around common ideas and found a unifying platform in the Palestine Liberation Organisation (PLO).

Now, Palestinian discord is unmistakable. Fatah and Hamas’ protracted fight has fundamentally altered the nationalist discourse on Palestine, turning it into a form of political tribalism. The West Bank and Gaza are divided, not only geographically but geopolitically as well. Fatah, which is already embattled in more ways than one, is falling into further divisions among supporters of its current aging leader, Mahmoud Abbas, and the shunned, albeit ubiquitous Mohammed Dahlan.

More dangerous than all of this is that Israel’s system of punishment or rewards have effectively turned Palestinians into classes: extremely poor ones, living in Gaza and Area C in the West Bank, and relatively prosperous ones, most of them affiliated with the Palestinian Authority in Ramallah. From Lieberman’s viewpoint, the opportunity must be ripe for refining and re-imposing the ‘Village Leagues’. Whether it works in its original form or fails, it makes no difference, since the idea is to engender further division among Palestinians, sow social chaos, political conflict and, perhaps, duplicate Gaza’s brief civil war in the summer of 2007.

The international community should totally reject such archaic plans and destructive thinking and force Israel to adhere to international law, human rights and respect the democratic choices of the Palestinian people. Those powers that have imposed themselves as ‘peace brokers’ and guardians of international law must understand that Israel is well-qualified to start fires, but almost never capable of putting them down. And Lieberman, of all people – the Russian club bouncer-turned politician-turned Defence Minister – must not be given free rein to colour-code Palestinian communities, reward and punish as he pleases.

A quick look back at history tells us that Lieberman’s tactics will fail; the question is, however, at what cost?

Courtesy: PalestineChronicle.com

VOL : 25 Regd. C.P.L NO. 114 No.37

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore